لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ

۹۸۲۹
۲۰۸۳۹

اسلامی طرزِ حکومت

تفسیر ماجدی

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ) اگر ہم انھیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کا حکم دیں اور برے کام سے منع کریں۔

یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرزِ حکومت کی۔ گورنمنٹ اگر مسلمانوں، سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد و پررونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے ملنے لگے۔ رشوت جعل سازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق، کوئی موقع غریب کی تحقیر کا، ایذا کا نہ باقی رہ جائے۔ غیبتیں، بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے خواب و خیال ہو جائیں آب کاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں سود خوار ساہوکاروں بینکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں گویے بجنیے اگر تائب نہ ہوں شہر بدر کر دیے جائیں سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشا گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے۔ گندہ، فحش، افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا، دنیا رہ کر بھی نمونۂ جنت بن جائے۔

وہ جنھیں اسلام پسند نہیں

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ
(اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ کافروں کے چہروں پر برے آثار دیکھتے ہیں۔)

(ان کی ناگواری اور غصہ کو ظاہر کرنے والے، مثلاً ان کے تیور پر بل پڑ جانا) قرآن مجید کے واضح احکام و ہدایات سے تسلی حاصل کرنے کے بجائے منکرین شدت عناد سے الٹے غصہ سے بھر جاتے تھے۔ اور انکے دلی بغض کے آثار انکے چہرے بشرے سے ظاہر ہو ہو کر رہتے تھے۔ آج بہت سے دشمنان دین اور بعض "روشن خیالوں" کے چہروں کا انقباض سے کیا حال ہو جاتا ہے جب ان پر احکام الٰہی کی تبلیغ کی جاتی ہے

مولانا عبدالماجد دریابادی

فی شمارہ ۲/۲۵
سالانہ پچاس روپئے
۱۰ دسمبر ۱۹۹۷ء

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۳۰ | ۱۰ر نومبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۱

۴۷۷۹
۱۰۸۳۹۰

اداریہ

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

سخت حالات اور عمومی بے شعوری

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد قابل اطمینان حد تک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ متعدد ممالک میں ایسا غیر انسانی برتاؤ کیا جارہا ہے جس کو سننا بھی تکلیف دہ ہے اور مسلمان اپنی معتد بہ تعداد کے باوجود اس غیر انسانی برتاؤ کے ازالہ کے لیے کچھ نہیں کر پا رہے ہیں یا یہ کہنا چاہیے کہ کچھ زیادہ توجہ نہیں کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے کچھ کرنے یا کر سکنے کے لیے تعداد طاقت اور سیاسی اثرات کے علاوہ اور بھی دیگر وسائل ہیں وہ ان کو صحیح طور پر اختیار نہیں کر رہے ہیں، دراصل کچھ کر سکنے کے لیے اقلیت واکثریت کے پیمانے کے علاوہ اخلاقی و دینی پیمانوں کی بڑی اہمیت ہے اور ہم مسلمان ایک عرصہ سے ان پیمانوں کو اختیار کرنے اور ان کو کام میں لانے سے سخت بے توجہی برتنے لگے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں اقلیت میں ہونے کے باوجود کامیابیوں کی طرف بڑھتے تھے اور اب تعداد میں بہتر ہونے کے باوجود پیچھے ہٹتے اور گرتے جارہے ہیں۔

بوسنیا میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کو دنیا دیکھ رہی ہے اسلام دشمن تو خیر کیا توجہ کریں گے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاں جہاں مادی وسائل اور طاقت واثر استعمال کرنے کی صلاحیت حاصل ہے وہاں بھی اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ نہیں دی جارہی ہے، لاکھوں نہتے مسلمانوں کو طاقت کے ظالمانہ استعمال کے ذریعہ شہروں اور بستیوں سے بے دخل کیا جارہا ہے اور ہزاروں ہزار مسلمان ظالمانہ حملوں کے ذریعہ ختم کر دیے گئے اور کیے جارہے ہیں، متحدہ اقوام نے اس علاقہ میں مسلمانوں کا اپنے وطن کی طرح رہنے اور اپنی مرضی سے حکومت کرنے کے حق کو تسلیم کر رکھا ہے لیکن وہاں کے حوادث ومظالم کو تیزی اور فکرمندی سے نہیں روک رہا ہے کیونکہ حملہ آور عیسائی ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی اس کے حلق سے نہیں اترتی، متحدہ اقوام میں مسلمانوں کے ووٹوں کی تعداد بڑی ہے وہ غیر معمولی طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور توجہ کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں پھر ان کے ملکوں کے پاس ایسے وسائل ہیں جن کی حاجت ساری دنیا کو ہوتی ہے اخلاقی اور سیاسی دباؤ ڈالنے کے بھی اچھے ذرائع ہیں لیکن پھر بھی ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ نہیں کی جارہی ہے صرف کچھ بیانات اور کسی حد تک مالی امداد پر اکتفا کی جارہی ہے اس کی بڑی وجہ وہ اخلاقی اور دینی کمزوری ہے جو اس وقت دنیا کے مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہے خود غرضی، دنیا کی محبت، دنیاوی کروفر اور دنیاوی جاہ ودشمن سے مرعوبیت عام طور پر پھیل چکی ہے۔ یورپ کی عظمت کا احساس دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے بھائی سے زیادہ اس شخص سے تعلق ہے جس سے مادی منفعت، جاہ وعزت کا حصول ہو ایسے میں دشمن کے مقابلہ میں اگر تعداد زیادہ ہو تو بھی کامیابی اور ترقی بڑا مشکل ہے چہ جائیکہ دشمن کے مقابلہ میں تعداد کم ہی ہو۔

مسلمانوں کی تاریخ میں تعداد کی اہمیت کبھی نہیں رہی اخلاقیات دینی غیرت اور معنوی طاقت کو اولیت رہی ہے اور ان کی فتح وشکست میں یہی عامل سب سے بڑا عامل رہا ہے اور جب جب یہ عامل کمزور ہوا ان کو کمزوری لاحق ہوئی اس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے کئی جگہ عزت وحکومت دونوں کھو دی۔ اسپین میں اندلس کی حکومت کا کھونا تعداد یا فوجی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں پیش آیا بلکہ وہاں آپس کے تفرقہ اور بھائی بھائی کی لڑائی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں اور ریاستوں میں بٹ جانے پھر آپس کی رسہ کشی، اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے اور اس میں دشمنوں تک سے مدد لینے سے یہ واقعہ پیش آیا اور پھر مصیبت آنے پر ... طاقتور اور باثر بھائیوں کی طرف سے بے توجہی اختیار کرنے نے مزید اثر ڈالا۔

اندلس کی شاندار تاریخ کے عہد کا ایک فقرہ اس سلسلے میں آب زر سے لکھنے کا ہے کہ جب ایک موقع پر اندلس کی مسلمان

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط وکتابت ومنی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

نوٹ:- ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام اور پتہ سے پرچہ جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں اور اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضروری ہے۔

درس حدیث

غصہ اور اس کے نقصانات

ڈاکٹر محمد نعمان اعظمی ندوی ———— ترجمہ شمس الحق ندوی

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصنی، قال: "لا تغضب" فردد مرارا، قال: "لا تغضب" رواہ البخاری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول آپ ہم کو نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اس شخص نے کئی بار اپنا سوال دہرایا ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔

غصہ ایک انسانی تاثر ہے جو انسان کے خمیر وفطرت میں داخل ہے، کسی میں کم کسی میں زیادہ، کسی کا تاثر تیز ہوتا ہے، معمولی معمولی بات پر غصہ ہو جاتا ہے اور اس کے اعصاب میں ایسی ارتعاشی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنا توازن کھو بیٹھتا ہے عقل وحواس مغلوب ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا اول فول بکنے لگتا ہے جو اس کے منصب و پیغام کے شایان شان نہیں ہوتا، غصہ میں وہ ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جس سے خود اس کو نقصان پہنچ جاتا ہے یا لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، یا اس کو اپنے کیے پر نادم وشرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

بندۂ مومن اشرف المخلوقات اور حاصل کائنات ہے روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات سے افضل وبرتر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں اس کو بہت سی ایسی خصوصیات وصفات سے نوازا ہے جو دوسری مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نہایت اونچے مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی اونچے مقصد کے لیے اس کو تیار فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" (بنی اسرائیل ۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

انسان کے اس شرف وفضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس روئے زمین پر کائنات کو خیر وبھلائی اور اچھے اعمال سے آباد کرنے کے لیے اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس کو اس کے لیے تیار کیا ہے لہٰذا غصہ اس کے لیے مناسب نہیں اور نہ انتقام لینا اس کے شایان شان اور نہ ہی آپے سے باہر ہو جانا اور غصہ سے بھڑک اٹھنا اس کے مقام و پیغام سے میل کھاتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا شخص معمولی معمولی باتوں پر غصہ ہو جانے اور بھڑک اٹھنے کا مریض تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غصہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ غصہ تو ایک فطری چیز ہے۔ غصہ سے آپ کے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ غصہ کے تقاضہ پر عمل نہ کرو دل میں غصہ سے بے قابو ہو جانے کی جو حالت پیدا ہو گئی ہے اس پر قابو رکھو مغلوب ہو کر ناشائستہ باتیں نہ کرنے لگو، انتقامی کارروائی نہ کر بیٹھو کہ یہ تمہارے مقام سے فروتر بات ہے۔

دین اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انسانی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہے اور اس کا ازالہ حکمت کے ساتھ کرتا ہے اس سے روکتا نہیں بلکہ اس کا امالہ کرتا ہے، غصہ ایک فطری چیز ہے جو کم وبیش ہر انسان میں پائی جاتی ہے، قرآن کریم اسی طرف اشارہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ"

اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ شوریٰ ۳۷

اس آیت کریمہ میں بڑا حکیمانہ اشارہ ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ جب اس کو غصہ آتا ہے تو اس کے تقاضہ پر عمل کرنے کے بجائے معافی اور نظر انداز کرنے سے کام لیتا ہے۔

غصہ ہر موقع پر برا نہیں ہوتا ہے بلکہ کچھ مواقع ایسے ہیں جہاں غصہ کا اظہار اور تنبیہ مطلوب ہے اللہ کی خاطر اس کے دین کی خاطر، عدل وانصاف اور نفاذ شریعت کی خاطر غصہ پر عمل کرنا ہی مطلوب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی نہیں غصہ ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے، لیکن اگر دین کا کوئی حکم توڑا جاتا تو آپ کے غصہ کو کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، پردہ لیا اور پھاڑ ڈالا، فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو یہ تصویریں بناتے ہیں" (بخاری)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور شکایت کی کہ فلاں صاحب چونکہ فجر کی نماز میں لمبی قرات کرتے ہیں اس لیے میں فجر کی نماز میں تاخیر کرتا ہوں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ناراض ہوئے کہ ہم نے اس سے پہلے نصیحت ووعظ کے وقت آپ کو اتنے غصہ میں نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا:

"يا أيها الناس إن منكم منفرين فأيكم أم الناس فليوجز فإن وراءه الكبير والضعيف وذا الحاجة"

اے لوگو! تم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو (لوگوں کو) دین سے دور کرتے ہیں، تم میں جو شخص بھی امامت کرے نماز مختصر کرے اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے کمزور اور ضرورت مند سبھی قسم کے لوگ نماز میں شریک ہیں ان کی رعایت کرنی چاہیے۔

حضرت ابو مسعودؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت خبابؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ نے فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت ابوسفیانؓ ان حضرات کے سامنے سے گذرے تو حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ باقی حضرات نے حضرت ابوسفیانؓ کو سنا کر طنزاً فرمایا: اللہ کے دشمنوں سے ابھی تلواروں کی پیاس نہیں بجھی، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم لوگ قریش کے سردار سے یہ بات کہتے ہو؟ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور جو کچھ پیش آیا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا:

"ابوبکرؓ شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا" او کما قال۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس گئے اور ان سے کہا بھائیو کیا تم کو ہماری بات سے دکھ پہنچا ہے ناراض ہوئے ہو؟ ان حضرات نے فرمایا: ابوبکرؓ خدا تمہیں معاف کرے۔ ان حضرات نے ابوسفیان سے جو کچھ کہا تھا وہ اللہ ہی کے لیے غصہ کے سبب سے کہا تھا اس میں اپنی نفسانیت کا دخل نہیں تھا۔

دوسرے پہلو سے طبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو نئی تحقیقات وتجربوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ دوران خون تیز (بلڈ پریشر ہائی) ہونے اور رگوں کے سخت ہو جانے میں غصہ کو بڑا دخل ہوتا ہے، ایک معاصر امریکی ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ شدید ہیجانی کیفیت (غصہ) امید کی ناکامی، افکار وذہنی الجھنیں، یہ سب بلڈ پریشر کے ظاہری اور وقتی نتائج ہوتے ہیں، اس صورت حال میں جسم کے اندر طبعی طور پر سزا وانتقام کو عملی شکل دینے کے احساسات تیز ہو جاتے ہیں، یہ کیفیت اسی وقت ختم ہوتی ہے جب وہ سبب ومحرک ختم ہو جائے جس نے یہ کیفیت پیدا کی ہے اس نازک حالت کا سمجھنا اور اس پر کنٹرول کرنا ضروری ہے اس کا امکان وخطرہ ہوتا ہے کہ یہ ہیجانی کیفیت کسی افسوسناک اقدام تک پہنچا دے لہٰذا جو شخص اس میں مبتلا ہو اس کو بہر صورت اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ پرسکون رہے اور اپنے اعصابی تناؤ پر قابو رکھے۔ کیوں کہ اس تاثر میں جو بھی اقدام کرے گا خطرہ ہے کہ اس سے کوئی غیر متوقع صورت حال پیش آجائے، اس ڈاکٹر نے صرف اس مشورہ پر اکتفا کیا ہے کہ غصہ میں مبتلا شخص پرسکون

باقی ص ۱۵ پر

حکومت کو اپنے پڑوسی عیسائی دشمن کے مقابلے میں سخت دشواری ہوئی تو اسی نے مراکش کی مسلمان حکومت سے مدد لینے کا خیال ہوا' مشیروں نے کہا کہ کہیں وہ مدد کرنے کے بعد خود قابض نہ ہوجائے اس پر مسلمان سربراہ حکومت نے یہ آب زر سے لکھنے کے قابل فقرہ کہا کہ عیسائیوں کے زیر اقتدار آجانے سے ہمارے بچے ان کے سور چرانے پر مجبور ہوں اس سے کہیں بہتر ہے کہ مسلمانوں کے زیر اقتدار آجانے پر ہمارے بچے ان کے اونٹ چرائیں چنانچہ مراکش کے مسلمانوں .... سے مدد لی اور کامیابی ملی اور اندلس کی شاندار تاریخ جاری رہی لیکن پھر اسکے آخری حکمراں عبداللہ الاحمر پر ختم ہوئی جو اپنی برادر حکومتوں سے لڑتے رہے اور آخر میں اپنے حریف بھائی کے مقابلے کے لیے عیسائی حکمراں سے مدد لی اور اس نے مدد کر کے خود عبداللہ الاحمر کو ملک سے دست بردار ہوجانے پر مجبور کیا اور اسی پر اندلس سے مسلمانوں کی ۸ صدی کی حکومت ختم ہوئی اور عبداللہ الاحمر نے روتے ہوئے ملک چھوڑا۔

اصل چیز غیرت و فکر ہے جس میں عزت و ذلت کے پیمانوں کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے پھر آدمی اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کو اپنی ملی اخلاقی اور دینی آبرو کے بچانے کے لیے قربان کرسکتا ہے۔

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے حالات میں عجیب و غریب تضاد ہے مسلمانوں کے ملکوں کی ایک تعداد خوشحالی اور مالی صلاحیتوں سے بھرپور ہے، کچھ ملکوں میں آپسی کشمکش کا دور دورہ ہے اور بعض ملکوں میں بیرونی طاقتوں کی طرف سے کشت و خون کا بازار گرم ہے بعض جگہ ضروریات زندگی سے محرومی اور فقر و فاقہ کے حالات حد سے گذر چکے ہیں اور اس کی تازہ مثال مشرقی افریقہ کا صومالیہ ہے جہاں اسلامی علاقہ ہے جس میں لاکھوں افراد کے فقر و فاقہ سے مرنے کی صورت حال سامنے ہے وہاں یہ حالات دراصل ان کی آپسی لڑائی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہیں خود اسلام کی حفاظت کے لیے سخت کشمکش اور جدوجہد بلکہ قربانیوں سے گزرنا پڑ رہا ہے اور اسلامی تشخص کے لیے شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے لیکن جو کمزوری ہر جگہ مشترک ہے وہ ذاتی اور گروہی خود غرضی، اتحاد و اتفاق کے بارے میں کوتاہی گروہ بندیاں اور آپس کی کشمکش میں اپنی خاصی طاقتوں کا ضیاع ہے اس کی وجہ سے دشمن کو کامیابی کی راہ ملتی ہے اور مقابل کی طاقت کمزور ہوتی ہے اور مظلوموں کی دادرسی نہیں ہو پاتی۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: ایک شوہر اپنی بیوی سے یوں کہتا ہے کہ تم میری کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا سکتی ہو، جبکہ اس کا مقصد صرف اپنی بیوی سے کوئی بات منوانا ہے۔

ج: مذکورہ صورت میں طلاق نہیں واقع ہوگی۔

س: کبھی روپے چینج کرانے کی ضرورت پڑتی ہے تو چینج کرنیوالا کہتا ہے کہ کچھ کم لو تو چینج مل سکتا ہے ورنہ نہیں کیا یہ کمی زیادتی جائز ہے؟

ج: نہیں یہ کمی زیادتی جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ سود ہوجائے گا۔

س: محلہ کی قریبی مسجد کا امام میرے نزدیک امامت کے لائق نہیں ہے کیا میں دوسری مسجد میں جو فاصلہ پر ہے وہاں جاکر نماز ادا کرسکتا ہوں۔

ج: محلہ کی قریبی مسجد کا حق زیادہ ہے امام سے ذاتی نوعیت کا اختلاف اہمیت نہیں رکھتا ہے البتہ اگر امام میں کوئی ایسی شرعی کمی ہے جس سے اس کا امامت کرنا درست نہیں ہے تو دوسری مسجد میں آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔

س: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کہیں سفر سے آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے تو اس کا کیا جواب دینا چاہیے۔

ج: اس کے جواب میں علیك وعليه السلام کہنا چاہیے۔

س: کیا یہ مسنون ہے کہ جب سفر سے لوٹے تو دو رکعت نفل پڑھے۔

ج: ہاں سفر سے لوٹ کر آنے والے کے لیے یہ مسنون ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے قبل مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھے۔

س: نکاح کے بعد چھوہارے لٹائے جاتے ہیں کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج: نکاح کے بعد چھوہارے یا کھجور لٹانا یا تقسیم کرنا مسنون ہے۔

س: ایک شخص ایسی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہے اور اسے استنجا کرنے جانا ہے تو کیا وہ پہن کر جاسکتا ہے؟

ج: نہیں! استنجا کے لیے جاتے وقت انگوٹھی کو اتار کر رکھ دے فراغت کے بعد پہن لے۔

س: کیا سجدۂ سہو ایک سجدہ کرلینے سے بھی ادا ہوجائے گا؟

ج: نہیں سجدہ سہو کے لیے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے ویجب سجدتان۔ نور الایضاح صفحہ ۹۸

س: مال تجارت کا نصاب اور اس کی شرح زکوٰۃ کیا ہے؟

ج: مال تجارت کا نصاب اور شرح زکوٰۃ، نقدی ہی کا نصاب اور شرح زکوٰۃ ۲½ روپے فی صد ہے یعنی یہ کہ اس کی قیمت کم از کم ۵۲½ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونا کی قیمت کے برابر ہو۔

س: کیا زبردستی طلاق لکھوا لینے سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج: زبردستی طلاق لکھوا لینے سے شرعاً طلاق نہیں پڑے گی البتہ اگر زبان سے طلاق کے الفاظ بھی کہلا لیے گئے ہیں تو طلاق پڑجائے گی۔

س: بعض مقامات پر پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرتے ہیں کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج: مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے، صورت مسئولہ میں نمازی پانچوں نمازوں میں ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے آتے ہیں، آپس میں بات چیت بھی کرتے رہتے ہیں پھر مصافحہ کرتے ہیں اس طرح باقاعدہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا اور نہ کرنے والوں کو لعن طعن کرنا شرعاً بدعت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

دعائے مغفرت

جناب عبدالعظیم صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد جناب حاجی محمد سلیم خاں صاحب کا ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ بروز دوشنبہ کو ایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ: آسٹریلیا کے مسلمان

اور نارود میں آباد ہیں۔ ان کی اکثریت ملایو نسل سے ہے۔ وہ موتیاں نکالنے کا کام کرتے ہیں اور عرصۂ دراز سے مقیم ہیں۔ عالم اسلامی اور ثقافت اسلامی سے ان کا تعلق ٹوٹ چکا ہے، جس کی وجہ سے اس علاقے کے بعض مسلمانوں کی زندگی اسلامی تعلیمات اور آسٹریلیا کے "ابوریجنز" قبائل کے باشندوں کے قدیم مذہبی اعتقادات و خیالات کا معجون مرکب بن گئی۔

آسٹریلیا ایک نظر میں

- اس وسیع ملک کی مکمل آبادی صرف ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ہے۔ جن میں یہودیوں کی تعداد ۷۰ ہزار ہے۔ اور مسلمانوں کے بارے میں ۲ لاکھ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ تمام آبادی چھوٹے بڑے آٹھ صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے، ہر صوبہ میں ایک اہم شہر پایا جاتا ہے جیسے کہ سڈنی، ملبورن، کانبرا، (راجدھانی)، بیروت، ڈاروِن، اڈیلیڈ، برزبن، تاون، زفیل۔
- مجموعی آبادی کی ۸۰٪ تعداد برطانوی انگریزوں پر مشتمل ہے۔
- اس کا رقبہ شمالی امریکہ کے برابر خیال کیا جاتا ہے اور یہ پانی سے گھرا ایک جزیرہ ہے۔
- سرکاری زبان انگریزی ہے۔ اس لیے کہ آسٹریلیا کے ۸۰٪ افراد برطانوی انگریز ہیں لیکن چونکہ یہاں مختلف ممالک اور مختلف تہذیب و تمدن کے لوگ ہیں۔ اس لیے دوسری زبانیں بھی یہاں بولی جاتی ہیں۔
- آسٹریلیائی ڈالر ملک میں رائج ہے جو ۸۰ امریکی سینٹ کے برابر ہوتا ہے۔

مومن کی شان امتیازی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

۱۵ مارچ ۱۹۹۲ء کو مدھیہ پردیش کے علاقہ سید ھی کی جامع مسجد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم کا انتہائی مؤثر مگر جامع خطاب ہے، مولوی سید محمد اسحاق ندوی نے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے نقل کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ۔

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور اس کا لحاظ کرو گے اور اس کے حکموں پر اور اس کے نبی کی تعلیمات پر چلو گے اور ان کی شریعت کی قدر کرو گے اور زندگی کو اس کے مطابق بناؤ گے تو جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں ایک شان امتیازی عطا فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں میں جو اپنے ناک نقشے اور جسم اور اپنے عام چلنے کے لحاظ سے دیکھنے میں ملتے جلتے نظر آتے ہیں، سوائے چند خصوصیات کے جو خاص بزرگوں میں ہیں جس سے مسلمان پہچانا جاتا ہے، اگر وہ خصوصیات ہوں تو اللہ تعالیٰ تمھیں ایک امتیاز بخشے گا، یعنی جدھر سے نکلو گے لوگ کہیں گے کہ وہ مسلمان جا رہا ہے۔ دیکھو مسلمان اس طرح چلتے ہیں، دیکھو مسلمانوں کی نگاہ اس طرح نیچی ہوتی ہے، وہ کسی کی بہو بیٹیوں کو نظر اٹھا کر دیکھتا نہیں، دیکھو مسلمان لالچ کی نگاہ نہیں ڈالتا، اللہ تعالیٰ نے جو تعریف کی ہے وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں، تواضع و انکساری کے ساتھ چلتے ہیں، نرم چال چلتے ہیں، اور جب جاہل ان کے منھ لگتے ہیں اور الجھتے ہیں تو کہتے ہیں سلام بھئی! معاف کرو ہمیں تو، اتنی فرصت نہیں، ہمیں تو مرنا ہے، خدا کے یہاں جانا ہے، ہمیں تو اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہے، ہم تمہاری باتوں میں وقت کیسے ضائع کریں، کہ وہ ایسا ہے، وہ یہ کرتا ہے، وہ وہ کرتا ہے، اس سے ہمیں کیا مطلب، ہمیں تو اپنے سے فرصت نہیں، تھوڑا وقت ہے اس میں ہم کچھ اللہ کی خوشی کے اس کی رضا کے کام کرلیں، اس کے رسول کی ہمیں شفاعت نصیب ہو، اور ان کی خوشنودی نصیب ہو، ہم اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سرخرو ہوں، تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے تو ہم وہ کام کرلیں حدیث شریف میں آتا ہے، میری امت کی مثال اور دوسری امتوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کسی پیسے والے آدمی سے کچھ کام اس کو لینا تھا عمارت وغیرہ بنوانی تھی تو اس نے مزدور رکھے، صبح سے عام طور پر مزدوروں کو لوگ صبح سے بلاتے ہیں، تو صبح سے وہ کام پر لگ گئے، جب دوپہر کا وقت ہوا تو انھوں نے کہا کہ صاحب ہمارا حساب چکا دیا جائے، ہم سے کام نہیں ہوتا، اب ہم جاتے ہیں، اس نے کہا کام کرلو، ختم کرلو، پیسے زیادہ ملیں گے، وہ نہیں مانے پیسے دیدیئے، ان کو رخصت کردیا، صبح سے دوپہر تک کے جو پیسے آتے ہیں، جو حساب ہوتا ہے وہ دے دیا، حساب چکا دیا، رخصت کردیا، کچھ لوگوں کو رکھا وہ ظہر سے لیکر عصر تک کام کرتے رہے، عصر ہوئی تو انھوں نے بھی ہاتھ جوڑے ہاتھ کیا جوڑے ہوں گے انھوں نے بھی کہا کہ صاحب ہم جاتے ہیں سلام! اب ہمارا حساب کر دیجئے، اب ہم زیادہ ٹھہر نہیں سکتے تو ظہر سے عصر تک کا جتنا حساب ہوتا ہے وہ انکو دیا گیا اور وہ بھی جزوی یعنی پورے دن کا نہیں دیا، پورے دن کی مزدوری نہ پہلے والوں کی دی نہ دوسرے والوں کی دی اس لئے کہ انھوں نے شام تک کام نہیں کیا تھا، اب اس کے بعد کچھ اور نئے مزدور لایا انھوں نے جٹ کر کے کام کیا، خوب دل لگا کر، دن ہی کتنا رہ گیا تھا، سورج ڈوبا شام ہوئی، اس نے پورے پیسے انکو دیئے صبح سے لے کر شام تک کے جو پیسے ہوتے ہیں وہ ان کو دیئے تو وہ جو پہلے والے تھے، پہلے چکر میں اور دوسرے چکر میں جن کی باری آئی تھی انھوں نے کہا کہ صاحب! یہ کیا انصاف کی بات ہے کہ ہم نے دوپہر سے لے کر شام تک کام کیا، یہ لمبا اوقات ہوتا ہے، اور انھوں نے کہا کہ ہم نے دوپہر سے شام تک کام کیا وہ بھی اچھا خاصا وقت ہوتا ہے تو ہمیں تو تہائی تہائی مزدوری ملی، اور ان کو پوری مزدوری ملی تو مالک نے کہا کہ یہ ہماری مرضی ہے، ان بچاروں نے کمی نہیں کی، ان کو اگر ہم صبح سے رکھتے تو یہ شام تک کام کرتے اب وقت ہی کتنا رہ گیا تھا، اس میں انھوں نے نہ آرام کیا، نہ کچھ اور کیا کام میں لگے رہے، ہم نے ان کو پورے پیسے دیئے تو آپ نے فرمایا کہ میری امت کی مثال اور پچھلی امتوں کی مثال یہودیوں کی اور عیسائیوں کی مثال یہی ہے، یہودیوں نے صبح سے کام شروع کیا، اور دوپہر کو جوا ڈال دیا، اور پھر عیسائیوں کو بلایا گیا، دوسرے مزدور جو تھے، دوسری کھیپ جو آئی تو اس نے عصر کو جوا ڈال دیا، اس نے کاندھا ڈال دیا، کہا کہ ہم سے کام نہیں ہوتا، انکے پیسے دیئے۔

لیکن یہ امت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یہ ایسی قسمت کی دھنی ہے کہ مالک نے اس کو یاد کیا، ایسے وقت میں کہ وقت تھوڑا، اور خوشی مالک کی حاصل ہوجائے، تو انھوں نے جٹ کر کام کیا، خوب دل لگا کر کام کیا، اور پورے پیسے لئے تو جو اللہ کے بندے وقت کی قیمت سمجھتے ہیں، اور مانتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنا اپنا حساب دینا ہے، اور ہر ایک سے قبر میں اسی کے متعلق سوال و جواب ہوگا اور قیامت میں بھی کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ قرآن مجید نے اعلان کردیا کہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں، کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھائے اور کسی سے اس کے متعلق سوال ہوگا کہ اس کا عقیدہ کیا تھا، اس کا عمل کیا تھا، وہ رات کو کیا کرتا تھا، وہ دن کو کیا کرتا تھا، یہ نہیں ہوگا، وہاں یہ پوچھا جائے گا، تم کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر ایک اپنے عمل کا جواب دہ ہے۔ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ اگر کسی نے ذرہ برابر خیر کی ہے، اس کا نتیجہ اس کے سامنے آئے گا اور کسی نے ذرہ برابر برائی کی ہے اس کا نتیجہ وہ دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ دی ہے اور عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ ایک ایک منٹ کی قدر کرتے ہیں اور اپنی فکر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہمارا بیڑا پار ہوجائے، اور ہمیں اللہ کے سامنے اور اس کے رسول کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے، تو بھائیو!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور وقت کی قیمت پہچانو گے، اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمت تم کو صحت کی فرصت کی عطا فرمائی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے نعمتان مغبون فیهما كثير من الناس الصحة والفراغ۔ دو نعمتیں اللہ کی ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں، ایک تندرستی اور ایک فرصت، جس نے تندرستی اور فرصت دوسروں کی فکر میں گذار دی، دوسروں کے پیچھے گذار دی، اور فرصت ہی نہیں اس کو اپنی طرف دیکھنے کی، اپنا حساب و کتاب درست کرنے کی، اس کو فرصت ہی نہیں ہوتی، تو وہاں اس کو شرمندہ ہونا پڑے گا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہم لوگوں کو بشارت سنائی ہے کہ اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرو گے اور اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلو گے تو اللہ تمھیں ایک شان امتیازی عطا فرمائے گا، جس بستی میں رہو گے ممتاز جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتے، آپ کے قریب ہی ہیرے و یرے نکلتے ہیں اگر ہیرا ڈال دیا جائے پتھروں میں تو بولتا ہے اور دور سے بلاتا ہے کہ دیکھو میں ہیرا ہوں، دیکھو میں ہیرا ہوں، سارے پتھر چاروں طرف لاکھوں کی تعداد میں پڑے ہیں، لیکن ہیرا سب میں الگ نظر آتا ہے، ایسے ہی مسلمان ہیرا ہی جاتا ہے اور ہیرا لعل و جواہرات کی حیثیت کیا، یہ مسلمان کی توہین ہے کہ اس کی اس سے تشبیہ دی جائے وہ تو اللہ کا ہیرا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا تارا اور آپ کا پیارا اور دنیا کی روشنی، اس سے آفتیں ٹلتی ہیں، بلائیں دور ہوتی

ہوتی ہیں، اس کی دعاؤں سے اللہ کا عذاب ٹل جایا کرتا ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون" اللہ انھیں عذاب دینے والا نہیں، بیشک آپ ان میں ہیں، اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب تک یہ استغفار کرتے ہیں۔

بھائیو! مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ جہاں کہیں اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں اگر اقلیت میں ہوں تو اور زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال واخلاق اپنا طور طریق، اپنی چال ڈھال سب ایسی بنائیں کہ خود اسلام کی تبلیغ ہو، دیکھو بھائی اگر تم کو دودھ لینا ہے خالص تو وہ مسلمان کی دوکان ہے وہاں جاؤ وہ ملاوٹ کو حرام سمجھتا ہے، اگر چاہتے ہو کہ تمہارا کپڑا نہ چرایا جائے، پورا کا پورا کپڑا کام میں لایا جائے، جو بچے وہ تم کو مل جائے، اس مسلمان کے پاس جاؤ، دیکھو وہ مسلمان درزی ہے، اس طرح لوگوں کی انگلیاں اٹھیں، اور لوگ بتائیں کہ دیکھو وہ مسلمان جارہا ہے، بعض بعض ایسے مسلمان تھے، اللہ کے ایسے بندے جنھوں نے اولیاء اللہ کی تربیت پائی تھی، کہ ان کی فوج نے کسی شہر کو فتح کیا، یہ میں سناتا ہوں قریب ہی کا قصہ ہے اور ہندوستان ہی کا، بھی مقامی حیثیت سے بھی قریب، زمانی اور تاریخی حیثیت سے بھی قریب کہ پشاور کے لوگوں نے پوچھا مجاہدین (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد کر رہے تھے) ہندوستانی بھائیو! کیا تم سب لوگوں کی آنکھیں خراب ہیں، ہندوستان سے جو آتے ہیں وہاں کوئی مرض ہے انھوں نے کہا کہ نہیں خدا کا شکر ہے ہم سب کی آنکھیں ٹھیک ہیں، انھوں نے کہا نہیں کوئی مرض ضرور ہے، اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمہاری فوج میں، سید بادشاہ کی فوج میں ایک آدمی بھی کسی غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، بھائی ایک ہوں، دو ہوں، یہ سب کے سب، کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا، کب سے اپنی بیویوں سے دور ہیں، کب سے اپنے گھروں سے دور ہیں، کئی برس سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں، مگر ہم نے نہیں دیکھا کہ یہ کسی کی بہو بیٹیوں کو تاکیں اور نظر اٹھا کر دیکھیں تو ہم سمجھے کوئی نظر کی خرابی ہے، کہا نظر کی خرابی نہیں ہے، ایمان کی خوبی ہے، نظر کی خرابی نہیں، اسلام کی تعلیم کی خوبی ہے کہا ہمارے روحانی پیشوا نے بلکہ ہمارے آقا اور سردار ہمارے حضور اور ہمارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے، قرآن نے یہ تعلیم دی ہے۔

"قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم" اہل ایمان سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچے رکھا کریں،

آج افسوس ہے کہ بمبئی جائیے، کلکتہ جائیے، اندور جائیے بھوپال جائیے لکھنؤ جائیے، دہلی جائیے، مدراس جائیے ہر جگہ مسلمان نوجوان نظر اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، نگاہیں بھی آزاد، خیالات بھی آزاد، پاؤں بھی آزاد، دیکھئے یہ مسلمان کی شان نہیں ہے،

اب اس آیت کو یاد رکھئے کہ اللہ فرماتا ہے: اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈروگے اور احتیاط کی اور شرم ولحاظ کی زندگی گذاروگے تو اللہ تعالی تمھیں شانِ امتیازی عطا فرمائے گا کہ جہاں ہوگے، ہزاروں میں ہوگے تو پہچانے جاؤگے یہ مسلمان ہے، اس کے چہرے کا نور بتاتا ہے، اس کی آنکھوں کا انداز بتاتا ہے، اس کا وقار بتاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا سے ڈرتا ہے اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور یہ عاشقِ رسولؐ ہے اور یہ خدا کا تابعدار بندہ ہے، اس کی صورت ہی دوسری ہے، ایسے ہی مسلمان پہچانے جاتے تھے، ایسے ہی چاہئے کہ مسلمان پہچانے جائیں۔ ورنہ ہم میں کیا سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں ہم کوئی آسمان سے اترے ہیں، ہماری بس جو کچھ حیثیت ہے، ہماری جو کچھ قیمت ہے اور ہماری جو کچھ خصوصیت ہے وہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلنے کی وجہ سے ہے اور ایک متقیانہ اور محتاط اور عفیفانہ اور ذمہ دارانہ زندگی گذارنے کی وجہ سے ہے، اللہ تعالی ہمیں آپ کو سب کو یہ نصیب فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: نیند

آدمی کے پاس عیش وآرام کا ہر سامان ہو لیکن اگر اسے نیند نہ آئے تو اس کی زندگی وبال جان بن جائے اور اس کا عقلی توازن بگڑ جائے اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے ہوا اور پانی کی طرح نیند کو بھی سب کے لئے عام فرمادیا ہے، اس سے ہر طبقہ، ہر قوم، ہر ملک یکساں بہرہ ور ہو رہا ہے۔ یہ نہ تو عالی شان کوٹھیوں کی محتاج ہے اور نہ ہی پر شکوہ شاہی محلوں کی، اسے نہ ایر کنڈیشن کی ضرورت ہے اور نہ ہی نرم وگداز گدوں کی، ایک مفلس کو بھی کھلے آسمان کے نیچے اسی طرح نیند آتی ہے جس طرح ایک شہنشاہ اپنے عیش کدے میں محو خواب ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امراء اور اہل ثروت غریب اور مفلس کی سی نیند کی تمنا کرتے ہیں کہ کاش انہیں بھی ایسی ہی سکون کی نیند میسر ہوتی!

ایک ایسے آدمی کے لئے جو صحتمند ہو اور جس کے ہوش وحواس درست ہوں کم از کم چھ گھنٹے سونا ضروری ہے، اس سے کم سونا طبی اعتبار سے مضر ہے، البتہ عمر، صحت اور نفسیاتی کیفیات کے تفاوت کے اعتبار سے اس سے زیادہ سونے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن عمر کے کسی بھی مرحلہ میں اس سے کم سونا نہیں چاہئے،

بچے بڑوں کے مقابلے میں زیادہ سوتے ہیں، تین ماہ تک چوبیس گھنٹوں میں بیس گھنٹے، تین ماہ سے چھ ماہ تک سولہ سے اٹھارہ گھنٹے چھ ماہ سے ایک سال تک چودہ سے پندرہ گھنٹے، ایک سال سے چار سال تک گیارہ سے بارہ گھنٹے، چھ سے دس سال تک دس سے گیارہ گھنٹے بارہ سے سولہ سال تک نو گھنٹے اور اس کے بعد چھ یا سات یا آٹھ گھنٹے صحت مند اور صحیح الدماغ رہنے کے لئے سونا ضروری ہے۔

کم سونے کے بہت سے نقصانات ہیں مثلاً اس سے حافظہ کمزور ہوجاتا ہے۔ سمجھنے کی صلاحیت کم ہوجاتی ہے، چنانچہ جو طلبہ رات کو کم سوتے ہیں وہ کلاس میں استاد کی بات کم سمجھتے ہیں اور اگر سمجھ بھی لیتے ہیں تو بہت جلد ذہن سے نکل جاتی ہے اور جو لوگ امتحانات کے زمانہ میں یا کسی اور وجہ سے رات کو سوتے ہی نہیں، پوری پوری رات جاگتے ہیں، دن میں بھی برائے نام ہی آرام کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کس وقت کیا ہوجائے کچھ نہیں کہا جاسکتا

بعض لوگ کم سے کم وقت سوتے اور زیادہ سے زیادہ اوقات میں کام کرتے ہیں، حالانکہ بوجھل آنکھوں اور تھکے ہوئے جسم ودماغ سے جو کام دس گھنٹے میں انجام پائے گا بیدار مغزی اور نشاط وچستی سے وہ کام اس سے کم وقت میں زیادہ بہتر طریقہ پر انجام دیا جاسکتا ہے۔

اللہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے نیند کو انسان کے اختیار میں نہیں رکھا، انسان نہ سونا چاہے تو بھی نیند اسے آدبوچتی ہے اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی، اگر ایسا نہ ہو تو یہ ظالم انسان حرص وطمع میں مسلسل محنت کرکے اپنے آپ کو ہلاک کرلے۔

یہ اسلام ہی کا امتیاز ہے کہ وہ آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح وہ آج سے چودہ سو سال پہلے تھا، قرآن کا ایک ایک حرف اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ ہدایت ورہنمائی کے لئے آج بھی ہمارے پاس موجود ہے اور تا قیامت رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر کس طرح رہتے تھے، بچوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے، کھانا کس طرح تناول فرماتے تھے، رات کے اوقات آپ کے کس طرح گذرتے تھے، کس طرح سوتے تھے، سونے سے پہلے کیا کرتے تھے، ہر چیز تفصیل سے نہایت مستند ومعتبر ذرائع سے کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب لیٹتے تو اپنی داہنی ہتھیلی کو دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے: بار الٰہا! قیامت کے دن مجھے عذاب سے بچانا۔

اسی لئے اس طرح یعنی دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے، اور اس میں طبی فوائد بھی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا دل سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے لہذا دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور گہری نیند نہیں آتی ہے۔ باقی ص۱۰ پر

"ہم جب بدلیں گے تو دنیا بھی بدل جائے گی"

مولانا واضح رشید صاحب ندوی ایڈیٹر "الرائد" ——— ترجمہ: احسان اللہ خاں عالیہ ثانیہ شریعہ

جب کوئی قوم زوال وانحطاط کا شکار ہوکر مغلوب ہوجاتی ہے تو اس میں اپنی صلاحیت کے بارے میں شبہات وتوہمات پیدا ہوجاتے ہیں، اپنی قیادت وسیادت کی تاریخ پر اس کا یقین متزلزل ہوجاتا ہے، اپنی صلاحیت ولیاقت کے متعلق اس کے دل ودماغ میں غلط خیالات سرایت کرجاتے ہیں، اپنے عہد زریں سے اس کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے، ان حالات میں جب یہ قوم اپنے دشمنوں کے حملوں کا نشانہ بنتی ہے اور اس میں ایسی دفاعی طاقت نہیں رہتی کہ اپنی حفاظت کرسکے مزید برآں اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے جائیں اور اسکو مجرم قرار دیا جائے تو اس قوم کے اندر مرعوبیت اور مغلوبیت کا احساس پیدا ہوجاتا ہے اور اپنے عہد زریں کی طرف واپسی کا حوصلہ پست ہوجاتا ہے

قومیں بھی ایک انسان کی طرح ہیں، جس طرح ایک انسان عروج وزوال سے دوچار ہوتا ہے اسی طرح قوم بھی عروج وزوال سے دوچار ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ عروج وترقی کا زمانہ گذارنے کے بعد وہ زوال سے دوچار ہوتا ہے انسان

تو ایک صدی سے بھی کم مدت میں اپنی قوت وتوانائی کھو بیٹھتا ہے اور کمزوری کے بعد قوت کا عہد نہیں آتا ہے لیکن قوم وملت کے عروج وزوال کا تسلسل تاریخ میں ہمیشہ جاری وساری رہا ہے، مسلمانوں نے دنیا کے کئی عریض ووسیع ملکوں پر حکمرانی کی اور ان کی حکومت کے حدود گھٹتے بڑھتے رہے اور عروج وزوال کے تسلسل سے گزرتے رہے، ایک مسلم حکمراں اورنگ زیب عالمگیرؒ کی حکومت نصف صدی تک قائم رہی، مصر میں مستنصر باللہ الفاطمی ابن ظاہر العبیدی کی حکمرانی ساٹھ سال رہی اسی طرح مسلم حکمراں خاندانوں میں سے کسی کی حکومت ۲۰۰ سال، کسی کی ۳۰۰ سال اور کسی کی ۵۰۰ سال تک رہی، چودہ سو سال کی مدت میں طاقت کا توازن بدلتا رہا، ایک علاقہ اگر نکلا تو دوسرا علاقہ مملکت اسلامیہ میں شامل ہوا، قرآن کریم نے حکومت، طاقت اور غلبہ وسطوت کے اسی تسلسل کی جانب اشارہ کیا ہے:

"وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض ... اکثر نفیرا"

پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کردیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کروگے اور بڑی سرکشی دکھاؤگے، آخر جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں ان پر غلبہ کا موقع دیا اور تمہیں مال واولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھادی"۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین"

الف لام میم رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہوجائیں گے"۔

مسلمانوں نے دنیا کے وسیع ترین ممالک پر حکومت کی ہے اور اکثر ممالک جو مسلمانوں کے ماتحت رہے۔ اسلامی اثر سے مستفیض ہوتے رہے خواہ اسلامی حکومت رہی یا نہ رہی مثلاً اندلس جسے خیانت وغداری نے اپنے نرغے میں لے لیا اور وہاں کے مسلمانوں کو اہل یوروپ اور عیسائیوں کی ظلم وبربریت کی وجہ سے راہ فرار اختیار کرنی پڑی اور یہ گمان ہونے لگا کہ اس سرزمین سے اسلام ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا اور مسلمان صفحۂ ہستی سے نابود ہوجائیں گے، لیکن اس جزیرہ میں صلیبی مظالم کے باوجود باقی ماندہ اسلامی آثار، پڑوسی عرب ممالک سے آنے والے مزدور اور وہاں کے حالیہ حکام کی حقیقت پسندی کی وجہ سے رجوع اسلام کی امید نظر آئی، انشاء اللہ یہ امید روز افزوں ہوگی اور مقامی حکام کے رویہ میں اور بہتری پیدا ہوگی، اگر مسلمانوں کے قدم حکمت ودانائی موعظہ حسنہ اور دو فریقوں کے بیچ حائل خلیجوں کو پر کرنے کے ساتھ اٹھیں گے کیونکہ تاریخ اور عدل وانصاف کا یہ فیصلہ رہا ہے کہ مظلوم کو کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں بدلہ ملے گا خواہ ظالم کی شقاوت حد سے بڑھ جائے

اندلس کے ساتھ ساتھ جہاں اسلام پھر زندہ ہو رہا ہے اور اس پر سے گرد وغبار چھٹ رہا ہے، لوگ فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں، مدارس ومکاتب کھل رہے ہیں، مسجدیں آباد ہو رہی ہیں، اسلامی آثار ونشان زندہ ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی بزرگ ترین ہستیوں کو یاد کیا جاتا ہے، اور ان کو قومی ہیرو قرار دیا جارہا ہے، وسط ایشیا یوروپ میں، جہاں کمیونزم اسلام کا خاتمہ کرنے اس کے نقوش مٹانے اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے سر پر سوار تھا۔ اسلام کی طرف واپسی شروع ہوگئی ہے کچھ عرصہ پہلے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ قوم اشتراکیت کے رنگ میں بری طرح رنگ چکی ہے، بعض حکام نے دعوی بھی کیا تھا کہ خدا کو اپنی مملکت سے باہر کردیا ہے اور بعض اشتراکیت زدہ نام نہاد مسلم اہل قلم نے بھی لکھا تھا کہ مذہب کو ہم نے میوزیم میں رکھ دیا ہے، اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کیے گئے، الحاد کو قانونی حیثیت دی گئی، انسانی حقوق کے تمام معاہدوں کو پامال کیا گیا، مسلمانوں کی آبادی کو منتشر کیا گیا، دینی لٹریچر پر پابندی لگائی گئی مسجدیں اور مدرسے مقفل کیے گئے، لیکن اس عظیم مصیبت سے مسلمان اب نجات حاصل کر رہے ہیں اور اسلامی اقدار کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے کوشاں ہیں، مساجد ومدارس کا احیاء ہو رہا ہے، گذشتہ ستر سال کا طویل زمانہ اب ایک بھیانک خواب کی حیثیت رکھتا ہے

دنیا کے مختلف علاقوں میں اہل یوروپ کے عہد تسلط میں مسلمانوں کے ساتھ ناقابل تصور مجرمانہ حرکتیں کی گئیں جس سے انسان کشی کی ایک مکمل تاریخ تیار ہوسکتی ہے جو اجتماعی قتل وغارتگری، مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور ان کو فقر اور جہل میں مبتلا رکھنے کی کوشش، آبروریزی، مساجد کی بربادی، تاریخ کی غلط بیانی، الزام تراشی، مظلوموں پر تہمت طرازی کے واقعات سے بھری ہوئی ہے، کیونکہ وہ طاقت ور تھے اور مسلمان کمزور وناتواں، طاقت ور کی بات ہر کوئی سنتا اور مانتا ہے لیکن کمزور کی بات نہ کوئی سنتا ہے اور نہ کوئی مانتا ہے۔

ان ظالموں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے ناروا سلوک کو اپنے ذرائع ابلاغ سے چھپانے کی کوشش کی اور اپنی پاکدامنی کا اظہار کیا، فرضی کہانیوں اور تصورات کی ترویج واشاعت کے لیے کتابیں تالیف کیں اور پاک صاف ذہن ودماغ میں زہر افشانی کی جسے بعض مریض دل لوگوں نے قبول کرلیا۔

اگر ہم سامراجی دور کی تاریخ پڑھیں تو ہماری اس رائے کی پوری تائید ہوجائے گی کہ اکثر کم فہم اہل قلم جن کی ایک خاص ماحول میں تربیت ہوئی اس مغالطہ کے شکار ہوئے اور انھوں نے غالب طاقت کو مہذب اور پاکباز سمجھا اور سمجھانے کی کوشش کی کیونکہ انسان دولت وطاقت سے مرعوب ہوتا ہے اور وہ حال پر زیادہ یقین رکھتا ہے، بعض رہزن اور لٹیرے قافلوں کو لوٹتے اور برباد کرتے ہیں، حاصل شدہ مال ودولت کو اپنے تعلق والوں اور رشتہ داروں میں بانٹ دیتے ہیں، ان رہزنوں کے بارے میں ان سے استفادہ کرنے والوں کی رائے بہت اعلی ہوتی ہے، وہ ان کی سخاوت وطاقت کی تعریف کرتے ہیں، اسی طرح بعض غاصب طاقتوں نے دوسری قوموں پر حملہ کیا، ان کے مال واسباب کو لوٹا، ان کے خزانوں پر قابض ہوگئے اور شرفاء کو مطعون کیا، بعض کمزور طبیعتیں ان رہزنوں کو شریف سمجھنے لگیں، اور ان کے اقتدار کو دائمی، لیکن کمیونزم کا قلعہ مسمار ہوچکا ہے اور پریشان قومیں قید وبند سے آزاد ہوچکی ہیں، آزادی کا یہ سلسلہ جاری ہے اب دوسرے اور قلعے مسمار ہوں گے اور دوسری قومیں قید سے آزاد ہوں گی اس آزادی کے ساتھ ذہنی آزادی اور ثقافتی آزادی کی بھی ضرورت ہے جس کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑے گی۔

اس دور میں اکثر مسلمانوں کے عقائد بگڑ گئے کیونکہ جب انھوں نے چھپے ستاروں کو دیکھا تو انھیں خدا کے سوا معبود سمجھ بیٹھے انھیں یہ بھی دھیان نہ رہا کہ ظلم کی انتہا کبھی نہ کبھی ہوگی، ابھی پریشان لوگوں کو حق دکھائی نہیں دے رہا ہے، لیکن اپنے سرکش معبود کے زوال پر انھیں حق نظر آجائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ حق غالب ہوکر رہتا ہے اور باطل مغلوب، یہ حق ہے اور حکمت کی بات بھی یہی ہے، اس کے ساتھ یہ بھی حق ہے کہ مظلوم ایک دن ضرور ابھرتا ہے اور یہ انصاف کا تقاضا ہے کہ اسے غلبہ حاصل ہو، اور ظالم کی طاقت ٹوٹے، یہ خدا کی سنت ہے۔ باقی ص۱۳ پر

قاضی حماس بن مروان کے احساس ذمہ داری اور بے نیازی کی شاندار مثال

پروفیسر محمد اجتبا ندوی صدر شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی

شمالی افریقہ کے قدیم اور تاریخی شہر قیروان کے حکمراں زیادۃ اللہ بن اغلب کو قاضی محمد بن اسود صدینی کے ظلم و ناانصافی کی شکایت پہونچتی ہے تو وہ فکرمند ہو جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر دعا کرتا ہے کہ قیروان کے عہدۂ قضا کے لیے ایک ایسے عالم کی جانب رہنمائی فرمادے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو عدل و انصاف میسر آجائے، اس نے بہت غور و خوض کے بعد اعلان کیا کہ قیروان کے دارالقضا کیلیے متقی و پرہیزگار عالم ابوالقاسم حماس بن مروان ابن سماک ہمدانی کو قاضی محمد بن اسود کا جانشین مقرر کیا جاتا ہے، عوام کو جیسے ہی یہ خبر پہونچی خوشی و مسرت سے جھوم اٹھے اور اس خوشی میں انھوں نے جانور ذبح کیے، دعوتیں کیں اور غریبوں و مسکینوں کو کھانا کھلایا، اور اطمینان کا سانس لیا کہ ظلم و جبر کا دور ختم ہوا اور عدل و انصاف کا زمانہ آپہونچا، عوام ادھر خوشی و مسرت کے نعرے لگا رہے تھے اور ادھر اس صالح اور خداترس قاضی حماس کی آواز گھر میں گونج رہی تھی سننے والوں نے سنا وہ اپنی خادمہ سے کہہ رہے تھے: خدا کی بندی کیا آج رات میں کھانے کے لیے کچھ گھر میں ہے؟ خادمہ نے جواب دیا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے تھوڑا سا جو کا آٹا تھا مگر وہ بھی ختم ہو چکا ہے، قاضی صاحب اپنے بیٹے کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ بیٹے گھر کے کونے میں جو کلہاڑی رکھی ہے اسے لو اور فروخت کرکے کھانے کے لیے روٹی اور تیل لے آؤ، کھانا کھا کر پورا گھرانہ نماز عشاء ادا کرتا ہے اور پھر نوافل، تلاوت اور ذکر و اذکار میں مصروف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نیک دل خادمہ جوہرہ بھی گھر کے ایک گوشہ میں کھڑی ہو کر عبادت و طاعت الٰہی میں لگ جاتی ہے اور رو رو کر اور بلبلا بلبلا کر دعا کرتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے قاضی حماس نوافل سے فارغ ہوتے ہیں اور گھر کے تمام افراد کی خبرگیری کے لیے اندر داخل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں ان کے صاحبزادہ سالم تہجد میں مشغول ہیں، ان کے دوسرے صاحبزادہ محمد تلاوت کلام پاک میں منہمک ہیں، بوڑھی بیوی تسبیح و وظیفہ میں لگی ہوئی ہیں اور خادمہ جوہرہ آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے بڑے الحاح و زاری سے دعا کر رہی ہے، یہ منظر دیکھ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کو مخاطب کرکے کہتے ہیں اے خاندان حماس اسی روش پر قائم رہو۔

قاضی حماس نے عہدۂ قضا کی ذمہ داری سنبھالی تو اتنی فرصت نہ حاصل ہو سکی کہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے گذر بسر کے لیے کوئی اور ذریعہ تلاش کرتے، انھوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ عہدۂ قضا کے کام کا معاوضہ یا تنخواہ بیت المال سے ہرگز نہ لیں گے، امیر زیادۃ اللہ نے بہت اصرار کرکے کچھ ماہانہ مقرر کرنا چاہا مگر انھوں نے بڑی خوش اسلوبی سے معذرت کر دی رات کے وقت کتابیں نقل کرتے اور اسے بازار میں فروخت کرکے اس کی قیمت سے گھر کا خرچ چلاتے لیکن عدالتی مصروفیت کی بنا پر وقت کم ملتا اس لیے روز بروز آمدنی میں کمی ہوتی گئی، مجبوراً خادمہ جوہرہ کو جواب دے دیا کہ وہ دوسری جگہ کام تلاش کرے اور ان کے ساتھ تنگی و عسرت کی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرے، نیک دل خادمہ اپنے آقا کے گھر سے جاتے ہوئے بہت روئی اور ایک دوسرے گھر میں ملازمت کر لی، جب رات ہوئی تو اس گھر کے لوگ کھانا کھا کر جلدی سو گئے اور ان کے خراٹوں کی آواز سنائی دینے لگی کوئی بھی عبادت و طاعت اور ذکر و تلاوت میں مشغول نہیں ہوا تو جوہرہ اس حالت سے بیزار ہو کر قاضی حماس کے گھر لوٹ آئی، قاضی صاحب نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ آپ نے تو مجھے کافروں کے حوالہ کر دیا، تو تعجب سے کہا کہ وہ لوگ تو مسلمان ہیں تو اس نے بڑی سادگی سے وضاحت کی کہ وہ لوگ شب بیدار نہیں ہیں، جوہرہ نے گمان کیا کہ جو لوگ طاعت الٰہی میں رات نہیں بسر کرتے وہ کافر ہوتے ہیں!

قاضی حماس نے عہدۂ قضا کی مختلف ذمہ داریوں کو اپنے نائبوں موسیٰ بن قطان، علامہ عبدالرحمن ورقہ اور ابوالعباس بحانی ابن ابراہیم بزدی کے مابین تقسیم کر دیا تھا اور خود دن میں مسائل و معاملات کے فیصلے کرتے، اس کے علاوہ اعلان کر دیا تھا جس کو جب اور جس وقت اپنے مسئلے کے حل اور مقدمہ کی پیروی کرنے کی ضرورت ہو تو بلا روک ٹوک آسکتا ہے، وہ رات کو جگتے رہتے اور ان کے ساتھ ان کے صاحبزادہ سالم بیدار رہتے اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہی آواز سن کر قاضی حماس کے پاس حاجت مند کو پہونچا دیتے، وزیر اعظم ابن الصائغ نے ان کے لیے کچھ رقم، سواری، خادم اور ایک سکریٹری مقرر کرنے کی پیش کش کی تو انکار کر دیا وزیر اعظم نے اصرار کیا تو دھمکی دی کہ وہ عہدۂ قضا سے استعفا پیش کر دیں گے، ایک بار پھر وزیر اعظم نے عرض کیا کہ وقت کی کمی کے باعث کتابیں نقل کرنے میں دقت ہوتی ہے اسے روک کر بیت المال سے تنخواہ قبول کر لیں تو اس کو بھی نامنظور کرتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں کا خادم ہوں اور ان کی خدمت کا کوئی معاوضہ لینا مجھے پسند نہیں ہے۔

ایک بار ان کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا: ایک شخص نے محلہ ابن الربیع میں ایک دوسرے شخص کی دیوار کے سہارے سرراہ بیٹھک بنانے کا ارادہ کیا تاکہ وہ اپنے جانوروں اور سواریوں کی وہاں سے نگرانی کر سکے، تو اس کے پڑوسی نے بیٹھک بنانے سے منع کیا اور کہا کہ یہ عام گذرگاہ ہے اس پر کوئی شخص کچھ نہیں بنا سکتا، دونوں میں بحث و حجت ہوئی اور اندیشہ ہوا کہ نوبت بلوہ و فساد تک نہ پہونچ جائے، آخر میں دونوں نے طے کیا کہ قاضی شہر سے اس سلسلہ میں فیصلہ حاصل کریں، اور دونوں ہی قاضی حماس کو نہیں پہچانتے تھے، دونوں نے عدالت کا رخ کیا، ایک شخص سے قاضی حماس کے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ انھیں ایک باوقار سنجیدہ بزرگ نظر آئے وہ پانی بھرا ہوا گھڑا اٹھائے ہوئے تھے ان دونوں نے آگے بڑھ کر ان سے قاضی صاحب کے بارے میں پوچھا تو قاضی حماس نے کہا کہ کیا بات ہے؟ دونوں نے کہا کہ ایک مسئلہ میں ہم دونوں کا اختلاف ہے اس کا فیصلہ چاہتے ہیں، قاضی صاحب نے کہا کہ اپنا مسئلہ بیان کرو قاضی تمہارے سامنے ہی کھڑا ہے، تو پہلے آدمی نے جو مدعی تھا کہا کہ تو آپ گھڑا تو رکھ دیں، قاضی صاحب نے جواب دیا، یہ زمین راہ گیروں کا حق ہے میں اپنا یہ گھڑا رکھ کر گذرنے والوں کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا ہوں، مدعی نے کہا آپ نے تو فیصلہ فرما دیا، پھر اس نے دل میں سوچا کہ قاضی صاحب نے جب اپنا گھڑا راستہ میں رکھنا گوارا نہ کیا تو وہ مجھے راستہ میں بیٹھک بنانے کی اجازت کیسے دیں گے! وہ سلام کرکے واپس ہو گیا اور اپنے پڑوسی سے معذرت چاہی، جرأت حق کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

حکومت کے بااثر وزیر نے قاضی حماس سے کہا کہ آپ سرکاری خطوط میں میرا نام پہلے لکھا کیجیے تو انھوں نے کہا کہ یہ خلاف اصول ہے اور ہمیشہ لکھتے رہے "قاضی القضاۃ حماس بن مروان کی جانب سے وزیر ابن صائغ کے نام۔

قاضی حماس بن مروان نے افریقہ میں اپنی عدالتی زندگی کے ایسے نمونے چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک مسلمان قاضیوں اور ججوں کے لیے رہنما اصول بنے رہیں گے۔

بقیہ: عالم اسلام

کہ یہ غرناطہ، اشبیلیہ، قرطبہ ہماری اس وقت کے تمدنی جلوہ آرائیوں ترقیوں کے داستاں سرا ہیں جب کہ ساری دنیا پسماندگی اور ظلمتوں میں سرگرداں تھی —— اس کے بعد شاہ اسپین جون کارلوس نے خطاب کرتے ہوئے کہا آج کا دن اسپین کی مسلم برادری کے لئے انتہائی خوشی اور تاریخی دن کی حیثیت رکھتا ہے اور اسپین اپنے اس ماضی پر نازاں ہے جبکہ مسلمانوں نے اسے علمی ثقافتی تمدنی ترقی دی تھی۔ پھر شاہ نے اس مرکز کی زیارت کی اور اس کی تنسیق اور سہولیات کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عظیم محقق ادیب و عالم

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ۔ [illegible] کے صدق جدید میں شائع شدہ ایک مضمون

شبلی کے شایان شان پوری طرح نہ سہی پھر بھی جس پیمانہ پر اور جس اخلاص، کاوش اور اہتمام کے ساتھ ادیب نے یہ شبلی نمبر نکال کر دکھایا ہے اس پر اس کا ادارہ ہم سب وابستگان بساط شبلی نہیں بلکہ یوں کہیے سارے اردو والوں ہی کی طرف سے شکریہ اور مبارکباد دونوں کا مستحق ہے۔ ایک فرض کفایہ شریعت علم و ادب کا تھا جو اس نے ہم سب کی طرف سے ادا کر دیا ایک قرض تھا جو مدت سے ہم سب کے ذمہ چلا آرہا تھا اور آج اس نے اتار دیا۔

ان سطور کے بے علم راقم کا اردو لکھنا پڑھنا تھوڑا بہت جو کچھ بھی آیا وہ بڑی اور بہت بڑی حد تک فیض انھیں حضرت شبلی کا ہے۔ فیض الندوہ کے ایڈیٹر کا موازنہ اور شعرالعجم کے فن کار کا اور الفاروق، الکلام اور سیرۃ النبی کے مصنف کا! اس ذات کا جس میں بیک وقت ایک شاعر و سخن سنج، ایک مورخ و محقق، ایک بصر و ناقد، ایک عالم و معلم، ایک ادیب و انشاء پرداز، ایک مصنف اور اہل قلم کے کمالات جمع تھے۔

باضابطہ شاگردی اس کم سواد کے نصیب میں نہ تھی لیکن طرز تحریر کے چربہ اڑانے کی شعوری کوشش مدتوں برسوں کی، چلتے ہوئے فقروں کو نوک زباں کیا ڈھلے ہوئے ترشے ہوئے جملے ٹھونس ٹھانس حافظہ کے خزانے میں بند کر لیے، عبارتوں کی نقل کی اور نقالی کو ایک مستقل مشغلہ بنائے رکھا۔ اور مزید خوش نصیبی یہ کہ لکھنؤ میں دو ڈھائی سال تک کہنا چاہیے کہ روزانہ سہ پہر کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے حاضری کی توفیق ہو جاتی رہی اس محفل میں عموماً ادبی شعری علمی تنقیدی نکتے بیان ہوتے تھے اور کبھی کوئی تاریخی یا دینی موضوع بھی چھڑ جاتا۔

سلاست، متانت، شستگی شبلی کے قلم کے جوہر تھے دقیق بلکہ ادق سے ادق مسئلہ کو لیتے اور شرح بیان میں اس ہنرمندی سے کام لیتے کہ معمولی استعداد والے کو بھی جواب مالہ و ماعلیہ پر حاوی ہو جانے کا حوصلہ ہو جاتا، الکلام اور بعض مقالوں میں منطق و فلسفہ و کلامیات کی اچھی خاصی علمی بحثیں آگئی ہیں، شبلی کے قلم کے اعجاز نے ہر پتھر کو پانی کر دیا ہے، شاعر تھے اور ہم عامیوں کی نظر میں فارسی کے بہت اچھے شاعر، غزل کہتے تو کہیں نظیری سے ٹکر لیتے تو کہیں صائب کے رنگ کی بہار دکھاتے اور شوخ معاملہ بندی میں داغ کے ہم پلہ تھے لیکن اس باب میں بدقسمت بھی اپنے ہم وطن غالب ہی کے سے نکلے، عجم میں قدر و پرسش سے جس طرح محروم غالب رہے یہی رہے اردو شاعری میں اگرچہ زبان میں وہ لوچ نہ تھا جو ایک منجھے ہوئے دہلوی یا لکھنوی شاعر کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے پھر بھی خوب داد سخن دے گئے۔ اور اپنی جوانی میں تو ایک مثنوی صبح امید ایسی مرصع کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب مشکل ہے۔ بعض مصنفین خود اپنے حق میں بڑی ناانصافی کر گئے ہیں چنانچہ مولانا بھی زیادہ سن پر پہنچ کر اپنی اس مایہ ناز مثنوی سے خواہ مخواہ کترا کر دامن بچا کر چلنے لگے تھے۔

جس پایہ کے شاعر تھے اس سے بڑھ کر سخن فہم، سخن سنج، ناقد و بصر تھے۔ موازنہ و شعرالعجم میں وہ نکتہ سنجیاں کی ہیں کہ پڑھنے والا خود کو ایک نئے عالم میں پاتا ہے۔ ان کتابوں پر یہ تنقید عجب سطحی اور بے مغز ہے کہ شبلی کے اصول نقد شعر کے ظاہری لوازم فصاحت اور بلاغت تک محدود ہیں۔ یہ اعتراض تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی ارسطو کے فلسفہ و نفسیات کے متعلق یہ کہے کہ اس میں EXPERIMENTAL PSYCHOLOGY کے اصول و ضوابط نہیں ملتے یا بقراط و جالینوس کی عظمت پر کچھ کرم کرنا چاہے کہ ان کے ہاں دوران خون کا مسئلہ نظر نہیں آتا۔

اپنا معمول تو اس زمانہ میں یہ رہا کہ کہ جو شعر کہیں پڑھ کر یا سن کر پسند آجاتا تو اسے کسی نہ کسی بہانے مولانا کو ضرور سنا دیتا اب اگر مولانا نے بھی صاد کر دیا تو بس سند بانگ آگئی اور وہ شعر ٹکسالی ہو گیا اور کہیں مولانا نے بے اعتنائی سے سنا تو اسی دم وہ شعر اپنی نظر سے بھی گر گیا۔

ادب و انشاء کے کمالات اردو تک محدود نہ تھے فارسی اور عربی دونوں کے ادب و انشاء پر عبور اسی روانی اور بے تکلفی سے تھا اور جس طرح اردو زبان و ادب میں سرسید، حالی و داغ سے مستفید تھے اسی طرح فارسی و عربی کے بھی نامور استادوں سے تلمذ اور فیض صحبت حاصل کر چکے تھے مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری اپنے وقت میں چوٹی کے استاد تھے۔ فصیح عربی تحریر پر بے تکلف قادر تھے اور اس پر شاہد عادل ان کا عربی رسالہ الانتقاد علی التمدن الاسلامی ہے۔ عربیت کا یہ وصف علماء ہند میں کمتر ہی کسی کے حصہ میں آیا ہے۔

شعر و ادب، زبان و انشاء سے قطع نظر شبلی نے جس شعبہ علم میں ناموری بلکہ شہرۂ خصوصی حاصل کیا وہ تاریخ اور سوانح نگاری ہے۔ یہ دو الگ الگ علم ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور باہم مشابہ و مماثل۔ المامون، سیرۃ النعمان اور الفاروق اب بھی زمانہ کے اتنے ترقی کر جانے کے بعد کچھ گئے گذرے نہیں کہ اردو ادب کا ذخیرہ ان سے شرمائے اور اپنے زمانے میں تو ہر طرح معیاری کہلانے کی مستحق تھیں اور ایسی ہی کہلائیں۔

تحقیق کے معیار میں زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی ہوتی رہتی ہے اور دنیا میں کوئی بھی محقق آج تک کسی علم و فن کے دائرہ میں ایسا نہیں گزرا کہ جس کی تحقیق بعد کو ترمیم و تنسیخ و اضافے سے ماورا رہی ہو۔ تاریخی تصانیف سے کچھ کم قابل قدر شبلی کے تاریخی مقالے بھی نہیں۔ یہ مقالے بعض تو بعد کو ایک مستقل کتابی شکل میں شائع ہوئے مثلاً اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر اور بعض نے رسائل و مقالات کے کسی مجموعہ میں جگہ پائی مثلاً کتب خانہ اسکندریہ، الجزیہ وغیرہ ان میں سے بعض کے ترجمے انگریزی میں بھی ہو چکے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ ادب کے قسم کی صحافت میں بھی اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں علی گڑھ میگزین شعبہ اردو کے ادارت سے قطع نظر کوئی ۸ سال تک ایک ماہنامہ اپنے حبیب خاص مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی کی برائے بہت شرکت سے نکالتے رہے۔ الندوہ علمی صحافت میں اپنی نظیر آپ رہا اردو میں اچھے خاصے رسالے اس سے قبل نکل چکے تھے اور اس وقت بھی موجود تھے لیکن علمی و تنقیدی تاریخی مضامین کا یہ شاداب و پربہار گلدستہ اپنے رنگ میں سب سے منفرد اور کامل رہا۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالسلام ندوی، بلکہ ایک حد تک کہنا چاہیے کہ مولانا آزاد اور مولوی عبداللہ عمادی اسی بلند پایہ ماہنامہ کے ذریعہ علمی دنیا میں روشناس ہوئے اس میں کسی کا مضمون چھپ جانا یہ اس کے امتیاز و افتخار کے لیے کافی تھا چہ جائیکہ اس کے نائب مدیر کے منصب پر کسی کا پہنچ جانا اور یہ رتبہ مولانا کے صرف دو ندوی شاگردوں ہی کے نصیب میں آیا۔

اور سب حیثیتوں سے بڑھ کر نمایاں حیثیت مولانا کی مذہبی تھی یہی ان کو سب سے زیادہ عزیز تھی اور یہی سب سے بڑھ کر نمایاں ہے الکلام، تاریخ علم الکلام، الفاروق، الغزالی سوانح مولانا روم، سیرۃ النعمان اور سب سے بڑھ کر سیرۃ النبی تو کھلی ہوئی مذہبی ہیں خالص ادبی اور شعری چیزیں بھی اس رنگ سے بالکل خالی نہیں شعرالعجم کی تو بسم اللہ اس سے کی ہے "اسلام ایک ہمہ گیر مذہب تھا" مذہب کے اجزاء میں کلامی حصہ پر غالب تھا اسلام کی تائید و نصرت اسلام کا غلبہ وقت کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھ اپنی زبان و قلم کے ہر لفظ سے دیکھنا چاہتے تھے انگریزی دانوں سے مل کر ان سے علوم اخذ کرتے انگریزی کتابوں اور مقالوں کے ترجمے کرا کے سنتے اور پڑھتے ہر طرح اس ٹوہ میں رہتے کہ اسلام پر مستشرقین کے اعتراضات کس کس نوعیت کے ہیں اور ان کے جواب میں کیا کیا پہلو اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

تصنیف اور مقالہ نگاری پر قانع نہ ہو کر تعلیم و تدریس کے موقع بھی ڈھونڈھا کرتے چنانچہ خود مدرسہ ندوہ کا خیال کا ظہور تھا شبلی کو ندوہ مدرسہ ندوہ اس کے سارے متعلقات سے اتنا انہماک تھا کہ اب یہی ان کی زندگی کا مقصد بالکل ہو کر رہ گیا تھا یہ دور کہنا چاہیے سنہ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۳ء تک مدرسہ ندوہ سے قائم رہا آخر مولانا ایک اور اہم عظیم الشان دینی خدمت یعنی تالیف سیرۃ النبی میں مشغول ہوئے پھر معاملات مدرسہ کی پیچیدگیوں سے تنگ آکر لکھنؤ ہی کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے۔

سن کے لحاظ سے کچھ ایسے ضعیف اب بھی نہ تھے کل ۵۶ سال کا سن تھا البتہ ایک تو محبوب و عزیز حقیقی بھائی کی وفات

غزل

نفیس غازی پوری

سحر کی پیاس پھر بڑھنے لگی ہے
صراحی رات کی خالی پڑی ہے

افق پر دور تک پھر روشنی ہے
نہ جانے کون سی بستی جلی ہے

کھلے ہیں پھول عارض پر کسی کے
مری آنکھوں میں کچھ شبنم بچی ہے

محبت کے شجر اُلٹے پڑے ہیں
نہ جانے کون سی آندھی چلی ہے

گلستاں پیار کے کھلتے رہے ہیں
زمیں دل کی کبھی تو نم رہی ہے

فضا میں چیختی پھرتی ہے وحشت
ڈری سہمی ہوئی سی زندگی ہے

لپٹ کر اپنی تنہائی سے سو لو
نفیسؔ اب رات ہی کتنی بچی ہے

پھر ندوہ کے سلسلہ میں مخالفت نے مل ملاکر قوی پر بڑا اثر ڈال دیا تھا کہ اصل سن سے دس بارہ سال بڑے معلوم ہونے لگے تھے اور طبیعت پر یاس و اضمحلال دونوں کا غلبہ ہوگیا تھا اس کے بعد بھی وطن اعظم گڑھ جاکر بے کار نہ بیٹھے بلکہ اس ادارہ عظیم کی طرح ڈال دی جس کو بعد کو خوب چمکانے اور فروغ دینے کی سعادت سیرۃ النبی ہی کی تکمیل کی طرح شاگرد رشید و جانشین سید سلیمان ندوی کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی۔ کام کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ داعی اجل کا پیغام آپہنچا اور چند روزہ علالت کے بعد کل ۵۷ سال کی عمر میں نومبر ۱۹۱۴ء میں شبلی نعمانی حجۃ الاسلام بن کر اور کہلاکر اپنے مولا کے حضور میں پہنچ گئے۔

مزاج میں حدت اور حرارت کے باوجود بڑی لطافت، بڑی مروت تھی اور شاگردوں اور خوردوں کے حق میں مجسم شفقت و عنایت تھے، زاہد خشک نہ تھے دنیا کی رنگینیوں سے بھی حدود کے اندر لطف لیتے تھے بعد کو معاندین نے خطوط کی آڑ لے کر اس بات کو بتنگڑ بنادیا۔ معاصرین میں مولانا حالی کی عظمت سخن سنجی کے بڑے قائل تھے اور متاثر سر سید احمد خاں سے ایک زمانہ میں اچھا خاصا ہوچکے تھے۔ نذیر احمد، محمد حسین آزاد، محسن الملک، اکبر الہ آبادی کی شخصیتوں کا لحاظ کرتے تھے اور لکھنؤ میں باوجود الفاروق کے مصنف اور عقائد میں سخت سنی المذہب ہونے کے خاندان میر انیس کے باقیات صالحات اور مرزا محمد ہادی عزیز سے تعلقات قائم رکھے جیسا کہ اس سے قبل حیدرآباد میں عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ڈاکٹر سید علی بلگرامی سے بھی گہرے تعلقات رکھ چکے تھے لکھنؤ میں مسودات کی صفائی کے لیے دو خوشنویس رکھے نواب علی حسن خاں (بھوپال والے) اور مولانا حبیب الرحمان خاں شیروانی سے کمال اخلاص تھا۔ شرر، خواجہ غلام الثقلین، مرزا محمد ہادی مرزا سے بھی ایک زمانہ تک مراسم رہے خوش آواز تھے جلسوں میں کلام بڑے لحن اور درد کے ساتھ سناتے صبح بہت سویرے اٹھتے کچھ دیر ٹہلتے اور گنگناتے اور اس کے بعد قلم دوات لے دو چار صفحے فل اسکیپ سائز کے ایک ایک سطر چھوڑ کر لکھ ڈالتے اور مسودے میں کاٹ پیٹ اچھی خاصی کرتے جاتے معمولاً دو گھنٹے سے زیادہ تصنیفی کام نہ کرتے دن کا باقی وقت مطالعہ اور کتابوں کی الٹ پلٹ میں گزارتے، فرمایا کرتے تھے کہ جب تک طبیعت تازہ دم رہے

بس اسی وقت تک لکھو۔ اپنے ایک مشہور معاصر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ کی طرح یہ ذکر تے کہ قلم جو چلاتے تو بس دن بھر چلتا ہی رہتا۔

چائے کثرت سے اور خوب تیز پیتے اور اس کا سلسلہ طلوع فجر ہی سے شروع ہوجاتا بیوی کا انتقال کئی سال پہلے ہوچکا تھا لکھنؤ میں تنہا ہی رہتے ملازم کو سردی کے موسم میں صبح تڑکے چائے کے لیے پکارتے وہ بے چارہ کڑکڑا کر رہ جاتا چائے کے ساتھ دودھ کا التزام نہ تھا اکثر سادی ہی پیتے البتہ شکر پیالی میں ڈالنے کے علاوہ چمچے سے بھی پھانکتے جاتے مٹھائی سے بڑی رغبت تھی اور مٹھاس خوب تیز چاہیے اور رساول کے تو رسیا تھے آخر میں غذا بہت قلیل رہ گئی تھی قبل مغرب ہم لوگوں کے سامنے بازار سے دو کلچے اور ایک آدھ کباب منگا کر کھالیتے اور یہی رات کا کھانا ہوگیا۔

جس طرح چائے خوب گرما گرم پیتے پانی بھی کرہ زمہریر کا سا پینا چاہیے اور برف کا معمول تو شاید کسی موسم میں ترک نہ ہوتا دسمبر ۱۹۱۳ء تھا اور سردی خوب پڑ رہی تھی ایک دوست کی فرمائش پر شب کا کھانا کھانے کے لیے میں نے ان کی طرف سے اپنے ہاں مولانا کو زحمت دی عزیز لکھنوی، برج نرائن چکبست اور پنڈت بشن نرائن در بھی مدعو تھے چکبست صاحب نے فرمائش کہلا بھیجی کہ مرغ مسلّم ضرور، تعمیل کردی گئی برف کی طرف کسی کا ذہن بھی نہ گیا ایک بیک مولانا نے برف کی فرمائش کردی میزبان شرم سے گڑ کر رہ گیا دسمبر کی اتنی سردی میں نو بجے شب کو برف اس محلہ میں تو خیر کیا ملتی کئی میل بھی آدمی دوڑانے کے بعد اس کا ملنا مشکل ہی تھا۔

گرمی اور سردی دونوں کا احساس بہت شدید تھا جسما کبھی توانا و قوی رہ چکے تھے میری نیاز مندی ۱۹۰۸ء سے شروع ہوئی جب چھرّے لگ جانے سے ٹانگ گھٹنے سے اوپر سے کاٹی جاچکی تھی اور مولانا مصنوعی ٹانگ کے سہارے چلتے پھرتے تھے انحطاط صحت اب شروع ہوچکا تھا۔ جو برابر بڑھتا ہی گیا۔ کھانے پینے کے معاملے میں زیادہ احتیاط و پرہیز کے قائل مولانا نہ تھے لکھنؤ میں مکان کئی بدلے پہلے دار العلوم ندوہ ہی کی عمارت میں محلہ ماموں بھانجہ کی قبر میں رہتے تھے پھر گوئن روڈ پر پھر دل جی روڈ اور پھر گوئن روڈ کے گولا گنج سرے کے درمیان ایک بڑے وسیع دلق و دق مکان میں اٹھ آئے باضابطہ نیاز پہلی بار یہیں حاصل ہوا۔ پھر مرزا حیدر مرزا روڈ پر جہاں اس وقت آریہ سماجی پریس ہے اس کے متصل ایک مکان جو نسبتاً چھوٹا مگر ایک آدمی لیے پھر بھی بہت بڑا تھا منتقل ہوگئے یہ شروع ۱۹۱۰ء ہوگا مولانا آزاد بھی میری یاد میں ایک بار یہاں آکر رہے تھے اس وقت ان کا شمار مولانا کے خوردوں میں تھا مولانا انھیں "آزاد" کہہ کر آواز دیتے تھے تین ہی سال بعد ۱۹۱۲ء میں الہلال نکل آیا تو بزرگی خوردی کی بہ نسبت مساوات میں تبدیل ہوگئی۔ آزاد اب بھی کبھی لکھنؤ آتے تو مولانا ہی کے پاس ٹھہرتے رہے مولانا امین آباد پارک (گھنٹہ گھر پارک) میں اٹھ آئے یہ نیا نیا بن کر تیار ہوا تھا اور بہت ہی پر فضا تھا قیام اس کے بالاخانہ ۵۳ پر تھا ایک پنجرے میں لال پلے ہوئے تھے اور پنجرا ٹنگا ہوا تھا اس گستاخ نے پہلی ہی حاضری پر قدم رکھتے ہی کہا" ہاں اب یہ مصنف شعر العجم کا گھر معلوم ہوتا ہے" برسہا برس بعد تک اس بالاخانے کے ساتھ مولانا کی یاد وابستہ رہی لکھنؤ میں مولانا کا آخری مسکن یہی تھا۔ ....

تاریخ ندوۃ العلماء

ہندوستان کی تاریخ ساز، عظیم تعلیمی و اصلاحی تحریک "ندوۃ العلماء" اور اس کے طریق فکر و مسلک کی مفصل تاریخ، جس میں اس کے پس منظر کے ساتھ اس کے مرتب کیے ہوئے تعلیمی نظام و نصاب اور اس کی تعمیری و اصلاحی خدمات کا تعارف کرایا گیا ہے:

جلد اوّل: جس میں ندوۃ العلماء کے بانی اور اوّلین ناظم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے دورِ نظامت میں ہونے والے دس اجلاس ہائے عام کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں

جلد دوم: جس میں ندوۃ العلماء کے آخری بارہ اجلاس ہائے عام کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں اور ندوۃ العلماء کے نامور ناظموں اور ممتاز محسنوں کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنفین: مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی۔ مولانا شمس تبریز خاں

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی کے بیش قیمت مقدمہ و تعارف کے ساتھ

معیاری کتابت آفسٹ طباعت۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ مجموعی صفحات ۸۷۶ قیمت /۲۷ روپے

ملنے کا پتہ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

اسلام میں مساجد کی اہمیت اور اسکی ضرورتیں

از مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب ناگپور

اس زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے جو لوگ اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اپنا ماتھا اسی ایک اللہ کے سامنے زمین پر رکھدیتے ہیں جسے وہ اپنا مسجود مانتے ہیں سجدہ میں گرجانا چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی ہر اعتبار سے بندگی رب کا ایک بڑا مظہر ہے۔ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد مساجد کا نظم و ضبط مسلمانوں کے ذریعہ اس زمین پر ہوا۔ یہ ان کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔

مسجد کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار اللہ نے تذکرہ فرمایا۔

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

(۷۲۔ سورہ جن آیت ۱۸)

(ترجمہ) "سب کے سب سجدے صرف اللہ کیلئے ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ دعا میں کسی ایک کو بھی مت پکارو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سجدے کے سارے حقوق شریعت محمدیہ میں صرف ایک اللہ کیلئے ہیں اور دعا بھی اللہ کے سوا کسی غیر سے نہیں مانگی جاسکتی۔

تمام مساجد کا رخ قبلہ کیطرف

اجتماعی طور پر اللہ کو جہاں سجدہ کیا جاتا ہو اس جگہ پر ساجدین کی سہولت کے لئے جو عمارت قبلہ رخ بنائی جائے اُسے مسجد کہتے ہیں اور ایسی عمارت کی بنیاد رکھنے کے پہلے دن سے ہی صرف ایک اللہ کی بندگی کی یعنی خالص خدا پرستی کے طرز کی یہ عبادت گاہ اللہ کے نزدیک بڑی مقبول ہے۔

طہارت اور پاکیزگی

قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

(۹۔ سورہ توبہ آیت ۱۰۸)

ترجمہ:۔ آپ تو صرف اسی مسجد میں نماز کے لئے کھڑے ہوں جسکی بنیاد اول روز سے خدا پرستی پر رکھی گئی ہو واقعی اس مسجد کا حق بہت زیادہ ہے کہ آپ صلعم اس میں نماز کو کھڑے ہوں، اسی مسجد کی یہ شان ہے کہ اسکو ایسے آدمی آباد رکھتے ہوں جو طہارت اور پاکیزگی کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں اور اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو صاف ستھرے ہوں۔"

اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ مکرمہ کی تعمیر کیلئے جو حکم دیا اسکی بنیاد پر جو عمارت بنی اسے مسجد حرام کہا جاتا ہے۔ اسکے معنی ہیں، ادب والی مسجد احترام والی یہ مسجد یعنی جسکا ادب اور احترام تمام مومنین پر لازم ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھی جاتی تھی ہر سمت میں آدمی اس چوکور عمارت کے اندر جاکر ہر رخ پر نماز پڑھ سکتا ہے اور آج بھی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کعبہ شریف کے اندر داخلہ کا شرف عطا فرمایا ہے وہ اسی طرح ہر رخ پر نماز پڑھتے ہیں۔ چاہے ایک دوسرے کی طرف انکی پیٹھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب نماز کعبہ کے باہر ہوتی ہے ہر شخص کا منہ بیت اللہ شریف کی طرف ہی ہوتا ہے۔

اسی قاعدے کے مطابق روئے زمین پر تعمیر ہونے والی ہر مسجد کا رخ کعبہ کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اس تعمیر میں مشرق و مغرب، شمال اور جنوب کی کوئی قید نہیں ہے۔

ڈوبتے سورج کیطرف ہرگز نہیں

اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں کعبہ شریف مغربی سمت میں پڑتا ہے بعض ناواقف غیر مسلم جو اسلام سے واقفیت نہیں رکھتے وہ یہ سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی سمجھاتے ہیں کہ مسلمان ڈوبتے سورج کی طرف منہ کر کے سر جھکاتا ہے۔ یہ انتہائی غلط بات ہے مسلمان صرف ایک اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اور ساری دنیا کے مسلمان نماز کیلئے زمین کے جس حصّہ میں جہاں بھی کھڑے ہوں کعبہ کی طرف ہی منہ کرینگے

ہندوستان کے سوا دوسرے ملکوں کی مساجد کا رخ کسطرف؟

آسٹریلیا، چاپانا، جاپان، روس، امریکہ اور ساری دنیا کے ملکوں میں بنی ہوئی تمام مساجد کا رخ صرف کعبہ والی مسجد کی طرف ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں مسجد کی تعمیر کا رخ کہیں پورب کی طرف۔ کہیں پچھم، کہیں شمال، کہیں جنوب کی طرف ہوتا ہے۔

یا دو سمتوں کے کونہ کے رخ پر بیت اللہ کا رخ پڑتا ہے تو مسجد کا رخ بھی اسی طرف ہوگا۔ جیسے کہ مغربی شمالی کونہ، مغربی جنوبی کونہ، مشرقی شمالی کونہ، مشرقی وغیرہ وغیرہ۔

اب جاننا چاہئے کہ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام مسلمان کرتے ہیں جس شخص کا نماز باجماعت کے وقت پر مسجد پہنچنا نہ ہو اوہ پھر اکیلے نماز پڑھتا ہے۔ نماز میں قیام قرآن شریف کا پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا اور دوسری بہت سی چیزیں جو شریعت میں بتائی گئی ہیں الحمد للہ مسلمان اس پر عمل کرتا ہے۔

وضو کا اہتمام

نماز کے لئے مسجد میں کھڑے ہونے سے پہلے اسے بدن کی پاکی کے علاوہ وضو کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

(۵۔ المائدہ آیت ۶)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہرے کو دھولیا کرو اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور اپنے سروں پر مسح کرلیا کرو (یعنی گیلے ہاتھوں پونچھ لیا کرو) اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولیا کرو"

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور وضو کرنے کے پانی کا ہونا ضروری۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ بات بہت غور طلب ہے کہ وہ اب ہر مسجد میں وضو کا انتظام بہت ہی وسیع اور صاف ستھرا کنویں، بورنگ، واٹر پمپ کا انتظام کریں

(باقی آئندہ)

بقیہ :- ص ۶ کا

بلکہ آدمی

چوکنا سوتا ہے اور بائیں کروٹ پر سونے سے خوب گہری نیند آتی ہے، اسی بنا پر بعض اطباء بائیں کروٹ پر سونے کو صحت کے لئے زیادہ مفید سمجھتے ہیں، لیکن ان لوگوں کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ اس طرح سونے سے بدن کا پورا بوجھ دل پر پڑتا ہے اور جسم کا مواد اسی پر اثر انداز ہوتا ہے اور طب سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ بہت سی بیماریوں کا سبب ہے۔

نیند میں غور و فکر اور عبرت پذیری کے بے شمار پہلو ہیں۔ نیند کو موت سے بہت مشابہت ہے جس طرح مردہ بے خبر ہوتا ہے اسی طرح سونے والا بھی جب تک سوتا رہے دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوتا ہے، اسی لیے احادیث نبویہ اور کلام مجید میں نیند کو مرنے اور جاگنے کو زندہ ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا سونے والے کو چاہئے کہ سونے سے پہلے اسی طرح توبہ و استغفار اور اللہ کو یاد کرے جس طرح مرنے والا توبہ و استغفار اور آخرت کو یاد کرتا ہے۔

آدمی سوچے کہ بسا اوقات ایک مالدار اور دنیاوی اعتبار سے نہایت خوشحال آدمی نیند میں اپنے کو مصیبتوں میں گرفتار اور پریشان حال پاتا ہے، اور ایک اور شخص اپنے کو نیند میں نہایت عیش و آرام میں پاتا ہے لیکن آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو دیکھا خواب تھا، یہی حال دنیوی زندگی کا ہے کہ مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ زندگی ایک خواب تھی حقیقی زندگی اب شروع ہوئی ہے خواب کی پریشانیوں اور خوشحالیوں کا کیا اعتبار، مالدار اور خوشحال وہ شخص ہے جو آخرت میں عیش و آرام کا مستحق قرار پائے اور غریب اور مصیبت زدہ وہ ہے جسے آخرت میں عذاب و سزا کا مستحق قرار دیا جائے۔

سونے اور جاگنے کے اوقات کی مسنون دعائیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اوقات کے لئے متعدد دعائیں مروی ہیں یہاں ایک ایک دعا نقل کی جاتی ہے۔

سونے کی دعا: اللھم باسمک اموت واحیا۔ ترجمہ: اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے۔

سو کر اٹھنے کی دعا: الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ ترجمہ: حمد و شکر اسی اللہ کے لیے ہے جس نے موت طاری کرنے کے بعد ہمیں زندگی بخشی اور بالآخر ہمیں اسی کے پاس جانا ہے۔

افغان شتربانوں نے آسٹریلیا میں اسلام کا چراغ روشن کیا

(تیسری اور آخری قسط)

آسٹریلیا کے ۳ لاکھ مسلمان زوال سے عروج کی طرف

تلخیص و ترجمہ ——— محمد مصطفیٰ خاں صاحب اولی شریعہ

گذشتہ قسطوں میں تین کروڑ کی سرخی غلطی سے شائع ہوگئی۔ تصحیح فرمالیں ——— (ادارہ)

دوسرا مرحلہ

۱۹۴۳ء میں آسٹریلیا کی طرف اسلامی ہجرت کا نیا دور شروع ہوا اور یہ ہجرت کا دوسرا مرحلہ ہے چنانچہ آسٹریلیا نے ان چند یورپین کو ہجرت کی اجازت دے دی جنھیں پہلی جنگ عظیم نے منتشر کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ یورپی مسلمان مہاجرین کی ایک محدود تعداد بھی آئی۔ ان کی اکثریت جرمن اور یوگوسلاویہ کے کاشتکاروں کی تھی اسی طرح روسی مسلمانوں کی ایک مختصر تعداد کو بھی اجازت دی گئی، جو اشتراکی انقلاب سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کی خاطر بھاگ نکلے تھے اسی طرح جرمن، یونان، بلغاریہ اور بلقان کے مختلف شہروں سے ایک قابل لحاظ تعداد نے آسٹریلیا ہجرت کی۔

افسوس کہ دوسرے مرحلہ میں آنے والے مسلمان پہلے مرحلہ میں آنے والے مسلمانوں کی طرح اسلامی ثقافت و تہذیب میں فائق نہیں تھے۔ اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں ان کی معلومات محدود اور ان کی زندگیوں میں اسلامی ثقافت کے مظاہر نہ کے برابر تھے۔ پھر بھی مسیحی بلغار ان میں سے کسی کو بھی اسلام سے ہٹا نہ سکی جیسا کہ اس سے پہلے آسٹریلیا کے مسلمانوں کو کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ یورپ کے مغربی مسیحی معاشرہ میں اسلام پر قائم رہ چکے تھے مگر جوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام سے ان کا رشتہ برائے نام ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اسلامی شعائر کو حقائق و مقاصد سے ناآشنا اور اس کی روحانی تعلیمات سے بے گانہ ہو کر اپناتے تھے۔

امید کی کرن

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران آسٹریلیا میں اسلامی زندگی مسلسل جہالت کی تاریکی میں بھٹکتی رہی اور اب دونوں قسم کے نتائج میں کسی ایک کا انتظار تھا۔ صبح جدید جو امت اسلامیہ میں حرارت پیدا کر دے، اور اسے گہری نیند سے بیدار کر دے اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دے، یا ابدی نیند جو اسے انحطاط کے بھیانک غار میں ڈھکیل دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بقا کا فیصلہ کر لیا تھا، چنانچہ آسٹریلیا میں تیسری اسلامی ہجرت کے ساتھ ایسی نئی شعاعیں داخل ہوئیں جنھوں نے مردہ زندگی میں ثقافت و روحانیت کی روح پھونک دی اور یہ موجودہ ہجرت ہے جس کا سلسلہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے اب تک جاری ہے، اس تیسرے مرحلہ میں آسٹریلیا آنے والے مسلمانوں نے اپنے کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی وہ اس نئے ملک میں جلاوطن ہو کر یا بھاگ کر آئے تھے بلکہ مختلف بردیگنڈوں کے ذریعہ انھیں آسٹریلیا تعمیر نو کی خاطر سنسان براعظم میں ہجرت کی دعوت دی گئی تھی، کیونکہ آسٹریلیا نے دوسری جنگ عظیم سے کچھ پہلے اور اس کے دوران یہ محسوس کیا کہ وہاں کے تھوڑے سے باشندوں کی خوشحالی، مالداری اور بلند معیاری کی خاطر ہمیشہ کے لیے ہجرت پر پابندی غیر معقول پالیسی ہے کیونکہ دوسری جنگ عظیم میں جاپان کی شکست سے پہلے ایشیا کی جو امیدیں اور مقاصد جاپان، چین وانڈونیشیا اور دوسرے مشرقی ممالک کے ساتھ وابستہ تھیں وہ آسٹریلیا سے وابسطہ ہو جائیں گی، دوسری جانب سیاسی علیحدگی سے ایک عالمی خطرہ کا بھی اسے اندیشہ تھا خود آسٹریلیا کو بھی اس کے ذخیروں سے مکمل فائدہ نہیں پہنچ رہا تھا کیونکہ جنگ سے قبل اس کے باشندوں کی تعداد ۶۰ لاکھ سے زائد نہ تھی جبکہ اس کے ذریعہ ۹ کروڑ افراد کی کفالت امریکہ کے معیار زندگی پر ہو سکتی تھی، اور اس رقبہ کے دوسری جانب ایشیا میں کروڑوں انسان بھوک اور بیماری سے تڑپ رہے تھے۔ کثرت آبادی کی وجہ سے فطری وسائل کی کمی انھیں مصیبت کی چکی میں پیس رہی تھی، ایسی صورت میں کسی بھی وقت آسٹریلیا کو انسانوں سے بھرنے کا خیال دنیا کو آسکتا تھا۔ اس فکر نے آسٹریلیا کو انگریزوں اور مشرق وسطیٰ کے دیگر مختلف جنس کے باشندوں کو ہجرت کی اجازت دینے پر مجبور کر دیا، چنانچہ اس نے ہجرت کی دعوت دی، مہاجرین اور ان کی اولاد کے روشن مستقبل کی حفاظت کا وعدہ کیا، یورپ اور مشرق وسطیٰ کے بے شمار باشندے مالدار اور آبادی سے محروم براعظم کی طرف چل دیئے، تاکہ وہاں کی دولت کے ذخیروں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور دنیا کو دکھا دیں کہ یورپ اور مشرق وسطیٰ کثرت آبادی کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریز مہاجرین ہر چہار جانب سے آسٹریلیا بھاری تعداد میں آنے لگے، اور یہاں مختلف و متضاد قومیں آباد ہوگئیں، آنے والوں سے اس کی گذشتہ زندگی، مذہب اور مقاصد کے متعلق کچھ بھی نہیں پوچھا جاتا صرف اس کے سیاسی افکار سے متعلق دریافت کیا جاتا اگر وہ کمیونسٹ ہوتا تو اجازت نہیں ملتی، ورنہ ہر آنے والے کے لیے آسٹریلیا کا دروازہ کھلا تھا اگرچہ وہ معاشرہ کا باغی قاتل، جرائم پیشہ ہی کیوں نہ ہو، یہاں وہ لوگ بھی آئے جنھیں دوسری جنگ عظیم نے ملک و وطن سے محروم کر دیا تھا۔ چنانچہ بالک بلقان، پولنڈ، ہنگری اور ایطالیہ کے بے شمار افراد ہجرت کر آئے اور بحر روم متوسطہ سے بھی ایک بڑی تعداد خوش گوار زندگی کی تلاش میں یہاں آباد ہوگئی۔

انقلاب کا آغاز

ہجرت کے اس طوفانی سیلاب میں بہت سے مسلمان ماہرین فن تجربہ کار اطباء، انجینیر اور مزدور آسٹریلیا آگئے، لبنان، قبرص، فلسطین، شام، جرمن، مصر، یوگوسلاویہ، ترکی، پاکستان، ہندوستان، سری لنکا، انڈونیشیا، برما، ملیشیا اور افغانستان ہر جگہ سے مسلمان تیسرے مرحلہ میں آسٹریلیا آئے، اور جن کا سلسلہ آج تک قائم ہے۔ اس مرحلہ کے مہاجرین میں وہ نئی روح پائی جاتی تھی جس سے آج ہم آسٹریلیا کی اسلامی آبادی میں ایک حرارت محسوس کرتے ہیں۔

ہجرت اسلامی کا یہ تیسرا مرحلہ سب سے مستحکم اور امید افزا مرحلہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا اس براعظم کی اسلامی تاریخ میں یہی نقطۂ انقلاب ہے جس نے وہاں اسلام کو مٹنے سے بچا لیا۔ اور تباہی و بربادی اور زوال سے ہٹا کر قوت و سطوت، ترقی و عروج کی راہ پر گامزن کر دیا۔ ابتدائی مرحلہ کے باقی ماندہ مسلمانوں کو درپیش مذہبی تباہی سے نجات دلایا، نئے سرے سے ان کے اندر اسلامی زندگی کی روح پھونکی، دوسرے مرحلہ کے مہاجرین کے گرم خون اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی آبیاری کی، چنانچہ ان کی منجمد اسلامی زندگی میں انقلاب اور ان میں اسلام کی ابدیت کا شعور بیدار کر دیا۔ حتیٰ کہ آسٹریلیا کی اسلامی تاریخ میں بیداری اور انقلاب کا زمانہ شروع ہو گیا، مسلمان مہاجرین کی اس جماعت سے ان میں مذہبی جوش و جذبہ اور خود اعتمادی پیدا ہوئی، نتیجتاً امت مسلمہ کے تاریک دور میں پیدا ہونے والے تمام شکوک و شبہات جو دین کی صحیح سمجھ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں ان کا جواب بھی فراہم ہو گیا۔ یہی لوگ آج آسٹریلیا کے مختلف صوبوں میں اسلامی آبادی کی قیادت کر رہے ہیں۔

مسلمان طلباء کا کردار

آسٹریلیا میں اسلام پھیلنے کے دوسرے اسباب و محرکات میں ایشیائی مسلمان طلباء سرفہرست ہیں جو یہاں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حصول تعلیم کی خاطر آتے ہیں، یہ طلباء ہندوستان، پاکستان، ملایو، افغانستان، انڈونیشیا، فلپین، تھائیلینڈ، اور دوسرے ایشیائی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں آسٹریلیا میں یہ طلباء اسلامی زندگی کا بنیادی نمونہ ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے آسٹریلیائی دوستوں اور دیگر باشندوں کے ساتھ مل کر زندگی گزارتے ہیں، مذہبی تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں جس میں اپنے آسٹریلیائی دوستوں اور دوسرے ملنے جلنے والوں کو بھی شریک کرتے ہیں، مذہبی شعائر اختیار کرتے ہیں، اور براعظم آسٹریلیا میں مقیم مسلم آبادی کے ساتھ دینی، معاشرتی، اور ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔

آسٹریلیا میں مسلمانوں کا ایک دوسرا گروہ بھی ہے۔ جو براعظم کے آخری شمالی سرے پر ڈاروین کے قریب یا اس سے متصل جزیروں جیسے کہ جزیرۂ "کوکو" (؟) ...

باقی ص ۲۰ پر

عالم اسلام

وصاف عالم ندوی

اسپین میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا پہلا معاہدہ باتفاق آراء منظور

اسپین کے مجلس قانون ساز کے ایوان بالا میں جمعرات ۹٫۷٫۱۹۹۲ء کو اس معاہدہ کو پوری اکثریت کے اتفاق کے ساتھ منظور کر لیا گیا جو اسپین کے مسلمانوں کے اسلامی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

ملاتویش (جو یورپ کی مساجد کمیٹی کے اساسی رکن ہیں، اور اس معاہدہ کے دفعات کی ترتیب و تشکیل میں از اول تا آخر پیش پیش رہے ہیں) نے بتایا کہ یہ معاہدہ مغربی دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا معاہدہ ہے۔

جریدہ "المسلمون" نے اس سے قبل ۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں پوری تفصیل شائع کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس معاہدہ کے نکرہ کا محرک دراصل اسپین میں قائم مختلف کمیٹیوں، انجمنوں، اور اسلامی اداروں کا وہ اجتماع ہے جو رابطہ عالم اسلامی کی کوششوں سے عمل میں آیا تھا اور اس عظیم الشان اجتماع کے بعد اسپین میں قائم تمام انجمنوں کی ایک اسلامک فیڈریشن قائم کی گئی تھی جس نے اسپین کے وزیر برائے انصاف سے گفتگوؤں اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا تھا حتیٰ کہ وزیر برائے انصاف نے اس فیڈریشن کو سرکاری طور پر منظور کر لیا۔ اس کے بعد دفعات کی ترتیب کا دوسرا دور شروع ہوا۔ جو اپنی ہمہ گیری کے سبب طویل مدت کا طالب تھا۔ بالآخر گذشتہ فروری کو اسے آخری شکل دے دی گئی۔

ملاتویش نے بتایا کہ اس معاہدہ کی اساسی غرض و غایت یہ ہے کہ ان قوانین کی وجہ سے یہاں کی سرکاری اور اجتماعی زندگی اور اسلامی زندگی کے درمیان حد فاصل قائم کی جائے، اور مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ان کے مذہبی اقدار و شعائر کیا۔ اور ان کی دینی، اسلامی تہذیب کیا ہے۔

اور ان کی شخصیت کی صحیح شناخت کس طرح ممکن ہے۔

مصر میں زلزلہ کی وجہ سے اہرام مصر کو نقصان پہونچا۔

مصر کی تاریخ کے بدترین زلزلہ میں ہلاک ہونے والوں کی سرکاری تعداد (۵۵۰) بتائی گئی ہے کہ زلزلہ کی وجہ سے کچھ اہرام مصر میں سے ایک کی عمارت کو معمولی نقصان ہوا ہے، ماہرین یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان اہرام کی تعمیر میں کیا مسالہ استعمال کیا گیا ہے۔

سربراہ مملکت برہان الدین ربانی اور حزب اسلامی کے قائد حکمت یار کی پہلی ملاقات:

افغانستان میں طویل خانہ جنگی کے بعد پہلی بار گلبدین حکمت یار اور سربراہ مملکت برہان الدین ربانی کی افغانستان کے دارالسلطنت کابل میں ملاقات ہوئی اور طویل گفت وشنید کے بعد بالآخر دونوں اس نتیجہ پر پہونچے کہ نئی حکومت کی تشکیل کے لئے بلا تاخیر شوریٰ کی کابینہ بلائی جائے۔ اس ملاقات کے دوران ان دونوں لیڈروں کے علاوہ مزید دو چوٹی کے قائد اتحاد اسلامی کے صدر عبدرب الرسول سیاف اور صدر تحریک اسلامی محمد نبی محمدی بھی شریک گفتگو تھے۔

اس قرارداد کے علاوہ مزید جو تجاویز پاس ہوئیں وہ یہ ہیں کہ ازبکی نیم فوجی دستوں کو بغیر ادنیٰ تاخیر کے کابل سے روانہ کیا جائے۔ کمیونسٹوں کو حکومت سے یکسر برخاست کیا جائے، اور ایک جدید کمیٹی کی تشکیل کی جائے جس میں ہر جماعت کے دو رکن کا انتخاب کیا جائے اور حزب اسلامی کے قیدیوں کو رہا کیا جائے۔

تنزانیا میں ایک سال کے اندر ۴۸۹ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوئے

تنزانیا میں ایک سال کے اندر ۴۸۹ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ ۲۳ اس میں کیتھولک مذہب کے پادری اور ۹ نن تھیں۔ یہ بات نومسلم حاجی ابوبکر موابو نے بتائی جو قبول اسلام سے قبل ایک معزز پادری کی حیثیت سے ۲۲ سال تک کلیسا کی خدمت کرتے رہے ہیں اور اس وقت نومسلموں کی نگہداشت اور ان کی تربیت کے لئے ایک اسلامی ادارہ قائم کر رکھا ہے انھوں نے بتایا کہ ہمیں انجیل کے مطالعہ کے دوران کثرت سے ایسے شواہد ملے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صاف صاف خبر دیتے ہیں اور ۸۸ مقامات ایسے ہیں جن پر عیسائیت کی موجودہ عقیدۂ تثلیث کی تردید ہوتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن آدم ہیں نہ کہ ابن اللہ۔

حریری لبنان کے وزیر اعظم مقرر

بیروت۔ لبنان کے صدر مسٹر الیاس حریری نے ارب پتی صنعت کار رفیق الحریری کو وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کر دیا ہے۔ اس تقرر کے پس پشت لبنان کی از سر نو تعمیر اور معیشت میں نئی روح پھونکنے کا جذبہ کارفرما ہے، سرکاری اعلان کے مطابق لبنان کے صدر نے ارکان پارلیمنٹ کی جانب سے تیسری حکومت کے سربراہ کے طور پر نامزد کئے جانے کے بعد ۴۸ سالہ تاجر حریری کو وزیر اعظم کا عہدہ سونپا ہے۔ (دعوت دہلی)

میڈرڈ میں ایک عظیم الشان اسلامی سینٹر کا قیام

میڈرڈ۔ مختلف اسلامی ملکوں کے سفراء اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی موجودگی میں یہاں یورپ کے سب سے بڑے اسلامی سینٹر کا افتتاح سعودی عرب کے شہزادہ سلمان بن عبدالعزیز کے ہاتھوں عمل میں آیا اس موقع پر شاہ اسپین مسٹر جون کارلوس بھی موجود تھے۔ دو کروڑ کی لاگت سے تعمیر شدہ یہ اسلامک کلچرل سینٹر ایک وسیع و عریض مسجد اور ایک پبلک لائبریری جو ۲۰ ہزار سے زائد کتابوں کے نسخوں اور مائیکروفلموں سے آراستہ ہے پر مشتمل ہے۔ سینٹر کے ڈائرکٹر سلمان بن عبدالعزیز نے خادم الحرمین الشریفین کے اس خوش آئند اقدام کو سراہتے ہوئے کہا اس مرکز کے لئے اسپین کے دار السلطنت میڈرڈ کا انتخاب کسی اتفاقی حادثاتی مسئلہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایمان و عقیدہ اور سینکڑوں سالہ پرانے تعلقات کی ٹھوس بنیادیں ہیں۔ انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

——— باقی ص ۱۸ پر

بقیہ: ہم جب بدلیں گے

"عصر حاضر میں مسلمانوں سے زیادہ مظلوم اور محروم کوئی نہیں اور اسلام حق ہے اس لیے انصاف یہی ہے کہ امت مسلمہ کو اس کی سعادت، عزت و مرتبہ ملے کیونکہ یہ اس کا حق ہے اور وہ اس کے لائق ہے، مظلوم کے مسلوبہ حقوق کی واپسی کے لیے ایک شرط ہے کہ وہ اپنے اندر احساس خودی اور اپنے حقوق کی واپسی کا جذبہ پیدا کرے ظلم سے مسلسل دوچار ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ شعور جاگزیں ہو رہا ہے، یہی احساس افغان مجاہدین کے برسر اقتدار آنے کا پیش خیمہ ہے، انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مظلوم اور فریب خوردہ ہیں ان کے دلوں میں ایمان و عمل، یقین محکم، سعی پیہم اور تحمل ایذا کا جذبہ ظلم کی زیادتی کے ساتھ بڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ ظالم پر غالب آگئے، ظلم کی حد ہوتی ہے ظلم حد کو پہونچا۔

دور حاضر میں مسلمانان عالم جن مصائب سے دوچار ہیں یہ مصائب ان کو منزل سے قریب سے قریب تر کر رہے ہیں، ان مظالم سے ان میں وحدت اور بیداری پیدا ہو رہی ہے، اور ان کی راہ عمل متعین ہو رہی ہے یہ جذبہ ان میں اگر مسلسل پروان چڑھتا رہا تو مسلمان فضل الٰہی سے ایک زبردست طاقت بن کر سامنے آئیں گے اور جب مسلمانوں کو اپنی حقیقی قوت و سیادت مل جائے گی تو دنیا میں ان کا وزن واپس آجائے گا اور دشمنوں کے لگائے ہوئے الزامات کا خود بخود جواب مل جائے گا اور وہ غبار چھٹ جائے گا جو اس عہد زوال میں ان پر چھا گیا تھا جس طرح بارش کی آمد سے گرد و غبار بیٹھ جاتا ہے اور فضا صاف ہو جاتی ہے

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• افغانستان میں اب تک ۱۰ ملین مربع میٹر علاقہ کو مکمل طور پر بارودی سرنگوں سے صاف کرنے کے علاوہ ۳۵ ہزار بارودی سرنگوں کو ناکارہ بنادیا گیا ہے افغان ٹیکنیکل کنسلٹینٹ (اے ٹی سی) کا جاری کی اطلاع کے مطابق اس وقت ۷ صوبوں میں ناکارہ کرنے کا عمل جاری ہے واضح رہے کہ اس صفائی میں اب تک ۳۰ افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔

• متحدہ اقوام کی جنرل اسمبلی نے یکم جنوری ۱۹۹۳ء سے دو سالہ مدت کے لیے سلامتی کونسل کے لیے پاکستان، برازیل، اسپین، جبوتی اور نیوزی لینڈ [illegible] جنرل اسمبلی کے موجودہ ممبران [illegible]

• [illegible] مسلمانوں کے [illegible] کی اطلاع وہاں کے مسلم کانگریس کے لیڈر [illegible] پارلیمنٹ [illegible] کی کوششوں میں دیا اور [illegible] کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

• برطانیہ کے [illegible] ٹی وی [illegible] سے حضرت عیسیٰ کی مسخ شدہ تشبیہ دکھائے جانے کا سلسلہ مسلمانوں کے شدید احتجاج پر بند کردیا گیا ہے انٹیلی گراف کی ایک رپورٹ کے مطابق طنز و مزاح پر محمول پروگرام "ایسٹینگ ایمیج" میں جو سیریز کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، رہبر کی ایک کٹھ پتلی طویل عرصہ سے پیش کی جا رہی تھی جس کے نقش و نگار حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتے تھے اسے انجیل کی حیثیت میں دکھایا جا رہا تھا۔

• افغانستان کے صدر پروفیسر برہان الدین ربانی کے دورۂ ازبکستان کے دوران دونوں ملکوں نے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے ایک معاہدہ پر دستخط کیے ہیں اور دونوں ملکوں کے درمیان فضائی سروس شروع کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔

• مشرق وسطیٰ کے ممالک کی طرف سے ترویج اسلام کے سلسلہ میں "البانیا میں اسلامی روایات پھر سے مضبوط ہو رہی ہیں اب لڑکیوں میں پردہ کا رواج عام ہو رہا ہے ترانہ شہر میں دو سو سے زائد مسلمان لڑکیاں اپنے بال اور پیشانی چھپانے کے لیے پردہ کا استعمال اور شرعی لباس پہن رہی ہیں۔ البانیا میں ۷۰ فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے باقی ۳۰ فیصد عیسائی ہیں۔ بیس سال کے بعد علماء کرام کو مذہب اسلام کی دعوت دینے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

• مقبوضہ یروشلم میں سابق سوویت یونین سے ترک وطن کرنے والے یہودیوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہو رہا ہے ایک اندازہ کے مطابق پچھلے مہینے کے دوران سوویت روس کی آزاد جمہوریاؤں کے ۷ ہزار یہودی اسرائیل میں آباد ہوئے ہیں یہ تعداد ستمبر ماہ کی بہ نسبت ۳۰ فیصد زیادہ ہے۔

• افغان مجاہدین کی چار بڑی جماعتوں نے موجودہ افغان عبوری صدر پروفیسر برہان الدین ربانی کے اقتدار کی مدت کے خاتمہ کے بعد حرکت انقلاب اسلامی سربراہ مولوی محمد نبی محمدی کو آئندہ کے لیے افغانستان کا عبوری صدر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

• کویت کی نئی کابینہ نے امیر کویت شیخ جابر احمد الصباح کے روبرو دستوری حلف اٹھایا اور سابق وزیر اعظم شیخ سعد عبداللہ الصباح کو دوبارہ اپنے عہدہ پر برقرار رکھا گیا ہے۔ ۲۳ میں امیر کویت کے چچازاد بھائی شیخ عبد میں موجودہ پندرہ رکنی کابینہ میں ۶ حزب اختلاف کے منتخب ارکان شامل ہیں۔

• اقوام متحدہ کے حکام نے بوسینا ہرزے گووینا میں لڑائی بڑھ جانے کے سبب اپنا امدادی عملہ کو وہاں سے نکال لیا ہے اور امدادی سرگرمیاں بند کردی ہیں۔

• لندن میں قرآن کریم کے ایک نسخے کا سات ہزار پاؤنڈ اسٹرلنگ میں ہدیہ ہوا ہے اس نسخہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ساتویں صدی عیسوی میں لکھا گیا ہے۔

• امریکی خلائی جہاز کو کولمبیا کے سائنس دانوں نے اٹلی اور امریکہ کے تیار کردہ مصنوعی سیارہ کو خلاء میں چھوڑا ہے جو زلزلہ کی پیشگی اطلاع دے گا۔

• ازبکستان کی حکومت نے ملک میں ۵۰۰ نئی مسجدیں اور متعدد اسلامی مراکز کے لیے ترکی سے معاہدہ کیا ہے اس کی اطلاع آزاد ریاستوں کے مذہبی امور ... وزیر شیخ غنی عبداللہ نے دی ہے۔

• ازہر یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ جاد الحق کے مطابق بوسنیا میں مسلمان بچوں کے خلاف عیسائیت کا جال بچھایا جا رہا ہے اگر مسلمانوں نے ان بچوں کو اپنے ملک میں جگہ نہ دی تو یہ بچے عیسائی ملک میں جاکر یہودی یا نصرانی ہو جائیں گے۔

• امریکی صدارتی انتخابات کے سلسلے میں ایک سروے کے مطابق دنیا کے تمام ملکوں میں عراقی عوام کو اس انتخاب سے زیادہ دلچسپی تھی۔

نیند خدا کی عظیم نشانی

آفتاب عالم ندوی دھنبادی

اشرف المخلوقات انسان اور جنوں کی پیدائش کا مقصد محض اللہ کی عبادت ہے،

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔" (قرآن حکیم)

ترجمہ: میں نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے،

جب کہ ان کے علاوہ پوری کائنات کی تخلیق کا مقصد ان دونوں کو آرام پہنچانا ہے، دن طلوع اس لئے ہوتا ہے کہ انسان اپنی ضروریات پوری کر سکے آفتاب کی تمازت و حرارت اس لئے ہے کہ گلوں کو نکھار اور پھلوں کو حلاوت و شیرینی عطا ہو، رات کی تاریکی اور موت کا سا سناٹا بھی اسی لئے ہے کہ دن کا تھکا ماندہ اپنی تھکن دور کر لے گائے، بیل، بھینس بکری اپنی جوئے شیر سے انسان کو سیراب کرنے اور اس کی کھیتی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، ہوائیں بادلوں کو اس لئے لاتی ہیں کہ باران رحمت سے زمین کو تازہ زندگی اور قوت نمو حاصل ہو، زمین میں قوت کشش اس لئے رکھی گئی ہے کہ بیچارہ کمزور انسان اس پر ٹکا رہے،

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ ...... الآیۃ" (قرآن کریم)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی خلقت اور رات اور دن کے آنے جانے اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع پہنچانے والے سامان لے کر سمندر میں چلتی ہیں، اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، اور جس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیئے، اور ہواؤں کے گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مامور ہیں، ان تمام چیزوں میں عقل مندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنی مخلوقات پر بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اور اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی نیند بھی ہے۔ نیند کی کیا حقیقت ہے، اس کے کیا اسباب ہیں آج تک یہ کوئی نہیں جان سکا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے اپنی ایک نشانی قرار دیا ہے۔

"ومن آیاتہ منامکم باللیل والنہار وابتغاءکم من فضلہ"

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔

انسان اگرچہ قدیم زمانہ سے اب تک رات کو بالعموم سوتا اور دن کو اپنی معاش کیلئے جد و جہد کرتا ہے۔

"ھو الذی جعل اللیل لتسکنوا فیہ والنہار مبصرا"

ترجمہ: وہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا یعنی رات کو اللہ نے اس غرض کیلئے تاریک بنادیا کہ اس میں تم روشنی سے محفوظ ہو کر زیادہ آسانی کے ساتھ نیند کا سکون حاصل کر سکو اور دن کو اس مقصد سے روشن بنایا کہ اس میں تم زیادہ سہولت کے ساتھ اپنی معاش کیلئے کام کر سکو۔

لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بہت سے انسان خصوصاً اس زمانہ میں دن کو بھی سوتے اور رات کو بھی کام کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلی آیت میں رات اور دن دونوں کا ذکر فرمایا کہ تم ان دونوں اوقات میں سوتے بھی ہو اور اپنی معاش کے لئے دوڑ دھوپ بھی کرتے ہو۔

کوئی بھی آدمی خواہ کتنا ہی طاقتور، توانا اور جوان ہو مسلسل محنت نہیں کر سکتا چند گھنٹوں کے بعد اسے تھکن محسوس ہوگی، اسے بغیر دور کئے وہ محنت جاری نہیں رکھ سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لئے نیند جیسی عظیم نعمت سے مخلوق کو نوازا آدمی خواہ کتنا ہی تھکا ہوا ہو تھوڑی دیر سو لینے کے بعد پہلے ہی کی طرح وہ تر و تازہ نشیط اور متحرک ہو جاتا ہے، باقی ص۶ پر

بقیہ: درس حدیث

رہنے کی کوشش کرے لیکن وہ اس کی تدبیر نہ بتا سکا جب کہ معاملہ بہت نازک ہے کوئی بھی افسوسناک صورت حال پیش آسکتی ہے۔

لیکن انسانیت کے طبیب (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی متعدد تدبیریں بتائی ہیں آپ نے فرمایا:

۱۔ تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، اگر اس سے غصہ ختم ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔[۲]

۲۔ فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔[۳]

آپ نے غصہ میں مبتلا شخص کے بارے میں فرمایا کہ "میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اس کو کہہ دے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ اگر وہ غصہ کے وقت اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہہ لے تو غصہ جاتا رہے گا۔ قرآن کریم نے بھی اس مہلک مرض کا علاج بڑے لطیف پیرایہ میں بتایا ہے، فرمایا:

"وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ۔ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[۴]

اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غصہ روکنے کو متقیوں یعنی خدا کا پاس و لحاظ رکھنے والے بندوں کی صفات میں شمار فرمایا ہے، غصہ کا روکنا پہلا مرحلہ ہے۔ تنہا اتنی بات کافی نہیں جیسا امریکن ڈاکٹر کا خیال ہے کبھی انسان وقتی طور پر اس لیے غصہ کو دبا لیتا ہے کہ دل میں کینہ دبائے رکھے اور موقع پاکر اس کا بدلہ لے، قرآن کریم نے صرف غصہ دبانے پر بس نہیں کیا بلکہ مزید اس کا علاج عفو و درگذر بتایا۔ چنانچہ معاف کرنے والوں کو محسنین یعنی ان خاص بندوں میں شمار فرمایا جن سے محبت فرماتا ہے، یہ غصہ کے مریضوں کا فطری اور ربانی (یعنی خدائی) علاج ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اور محسنین سے محبت کرنا، انسان کا انسان سے محبت کرنے کا سبب بنتا ہے، اور وہ جماعت یا گروہ انسانی جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، اور وہ جماعت اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور وہ جماعت جس میں عفو و درگذر کا چلن ہوتا ہے باہم میل محبت اور بھائی چارگی کی صفات رکھتی ہے وہی شوق و مسرت کے ساتھ روئے زمین پر خلیفۃ اللہ ہونے کے معانی کو عملی جامہ پہناتی ہے۔

حدیث کے فقہی پہلو

"زاد المستقنع" میں ہے غصہ میں دی جانے والی طلاق پڑتی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

شیخ صالح فوزان کی رائے ہے کہ جس شخص نے غصہ کی ایسی حالت میں کہ اس کا شعور و قوت تمیز ختم نہیں ہوگئی ہے طلاق دیا تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، اور جس شخص کا غصہ اتنا تیز ہو کہ جو کچھ بک رہا ہے اس کا اسے احساس و شعور نہیں ہے اس کو کچھ تمیز نہیں کہ کیا کر رہا ہے اس کی طلاق نہیں پڑے گی اس لیے کہ اس کی قوت ارادی ختم ہو چکی ہے۔ احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اغلاق کی حالت میں طلاق یا غلام آزاد کرنا صحیح نہ ہوگا۔"

اغلاق کی تفسیر غصہ سے کی گئی ہے۔

غصہ کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ کسی شخص کا غصہ سے اتنا مغلوب اور مفقود الحواس ہو جانا کہ اس کو یہ ہوش نہ ہے کہ کیا کہہ رہا ہے ایسے شخص کی طلاق نہ واقع ہوگی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۲۔ غصہ کا ابتدائی مرحلہ جس میں حواس بجا ہوں اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

۳۔ غصہ بھرپور اور تیز ہو لیکن عقل پورے طور پر مغلوب نہ ہو چکی ہو اس حالت کی طلاق قابل غور ہے۔

قاضی کے لیے غصہ کی حالت میں کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنا جائز نہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو جو سجستان کے قاضی تھے، خط لکھوایا (جو میں نے ہی لکھا تھا) کہ غصہ کی حالت میں فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔[۵]

موجودہ حالات سے حدیث کی تطبیق

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت کہ غصہ مت ہو معجزات نبوت میں سے ایک معجزہ ہے جو جدید طبی تحقیقات سے ہی واضح ہو جاتا ہے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفس و دل کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ اور ہر مریض کو اس کے مناسب حال دوا دیتے ہیں کسی کو کثرت سے نماز پڑھنے کی نصیحت فرما رہے ہیں دوسرے کو والدین کی اطاعت کرنے، ان کا ہر طرح خیال رکھنے کی نصیحت فرما رہے ہیں، تیسرے کو غصہ کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔

۲۔ معلم و مربی کے لیے ضروری ہے کہ مخاطب کے مزاج و طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کرے پھر ہر ایک کی تربیت اس کے مزاج و طبیعت کی رعایت کرتے ہوئے کرے اس میں انفرادی فرق اور شخصی صلاحیتوں کا لحاظ رکھے۔

۳۔ غصہ سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے، رگیں پھول آتی ہیں، اگر غصہ کا مریض غصہ کی حالت میں اپنی ہیجانی کیفیت پر قابو نہیں پاتا تو رگوں کے پھٹ اٹھنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ بالکل بے قابو ہو جاتا ہے اور ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو سنبھالے۔ ورنہ غصہ پانچ بنیادی چیزوں میں سے تین جان، مال اور عقل کے ضائع ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کرنے سے بار بار منع فرمایا۔

---

[۱] بخاری [۲] ابو داؤد۔ باب کظم غیظ الغضب [illegible] بعض المعجزات۔ [۳] بخاری۔ [۴] آل عمران ۳: ۱۳۴ [۵] مسلم۔

اعلان مفقود الخبر

مقدمہ نمبر ۱۸۶/۲۲ ۱۴۱۳ھ

عطیہ شبریں بنت شبیر حسین صدیقی ساکن جواہر نگر خلائق باغ کالونی ڈاکخانہ بلند باغ ضلع لکھنؤ — مدعیہ

بنام

ڈاکٹر عبدالکریم ولد جبار دن جھا ساکن بالا گنج جنگی یسین گنج ڈاکخانہ چوک ضلع لکھنؤ — مدعی علیہ

اطلاع بنام مدعی علیہ

مندرجہ بالا مقدمہ میں آپ کی بیوی مدعیہ شبریں بنت شبیر حسن صدیقی نے آپ مدعی علیہ عبدالکریم ولد جبار دن جھا بر عدالت مرکزی دار القضاء اتر پردیش ندوۃ العلماء لکھنؤ میں فسخ نکاح کے لیے مقدمہ دائر کیا ہے مدعیہ کے دعوی کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی علیہ عبدالکریم (نومسلم) سے ۱۰ ستمبر ۱۹۸۹ء میں شادی ہوئی مدعی علیہ کے ساتھ ایک ہفتہ رہی۔ اس کے بعد مدعی علیہ میرے زیورات و کپڑے وغیرہ سب لے کر چل دیئے اب تک باوجود تلاش و جستجو کے اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا اس وقت مدعیہ کی عمر ۲۳ سال ہے اور بوجہ مفقود الخبری زوج نہایت پریشان زندگی بسر کر رہی ہے اس لیے استدعا ہے کہ بربنائے مفقود الخبری زوج میرا نکاح فسخ کردیا جائے اور دوسرے عقد کی اجازت دی جائے۔

آپ مدعی علیہ عبدالکریم کے نام برابر اطلاعیں جاری کی گئیں لیکن وہ واپس آئیں کہ مکتوب الیہ نہیں پایا گیا بہر حال اعلان ھذا کے ذریعہ آپ مدعی علیہ عبدالکریم کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی موجود ہوں تاریخ ۲۹ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات بوقت ۳ بجے دن مع گواہان و ثبوت مرکزی دار القضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں بصورت عدم حاضری مدعیہ کا دعوی صحیح سمجھا جائے گا اور مقدمہ فیصل کردیا جائے گا۔

فقط

قاضی شریعت